CHRIST IN ISLAM.

اسلام میں مسیح

یعنی

مسیح کے حق میں قرآن کی شہادت

مصنفہ
پادری ڈبلیو گولڈ سیک صاحب

کرسچن لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا
نے بہ معرفت
پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور
شائع کیا۔
۱۹۲۸ء
دوم تعداد جلد ۱۰۰۰ قیمت
2 Annas

اسلام میں مسیح

حمد لامحدود خدائے عزّ وجل وحدہٗ لاشریک لہ رؤف الرحیم و رب العالمین
کے لئے ہے جس نے انبیا و مرسلین کو مبعوث فرما کر انسان ضعیف البنیان پر اپنی
پاک مرضی کا اظہار کیا اور اپنے کلام کے وسیلہ سے راہ حیات دوام کی ہدایت فرمائی۔
ہمارا ارادہ ہے کہ اس رسالہ میں تمام انبیا میں سے عیسیٰ مسیح کو منتخب کر کے
قرآن اور احادیث سے دکھاویں کہ نبی ناصری اسلام میں کیا رتبہ رکھتا
ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی اکثر اوقات "عیسیٰ روح اللہ" کا ذکر کرتے ہیں لیکن
جو رتبہ اُسے قرآن اور احادیث میں دیا گیا ہے بہت ہی تھوڑوں کو اُس کا کچھ
خیال ہے۔ لہٰذا اب ہم دیکھینگے کہ کتب اسلام مسیح کے حق میں کیا شہادت
دیتی ہیں اور اُس شہادت کی بنا پر اہل اسلام پر کیا فرض ٹھہرتا ہے۔ قرآن میں مسیح کے القاب
و معجزات اور کلام ایسے اور اس قدر درج ہیں اور اُس میں ایسی بڑی بڑی پیشینگوئیاں پائی جاتی
ہیں کہ وہ نہایت صفائی و صراحت کے ساتھ تمام انبیا سے افضل و برتر ٹھہرتا ہے کیونکہ ایسے
القاب و معجزات کسی اور نبی سے کہیں منسوب نہیں ہیں۔ مثلاً عیسیٰ مسیح قرآن میں کلمۃ اللہ اور
روح منہ اور المسیح وغیرہ کے القاب سے ملقب ہے۔ کوئی اور نبی ان القاب سے ممتاز
نہیں ہوا پس ان باتوں سے ہم پر فرض ٹھہرتا ہے کہ مسیح کی ذات کے بارہ میں تحقیقات
کریں۔ ہر طرح کے پرانے تعصب اور بے بنیاد یونہی ماننے ہوئے خیالات کو چھوڑ کر ہم
قرآن اور احادیث کی شہادت پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس ازحد ضروری اور اہم
مسئلہ پر قرآن اور احادیث سے کیا روشنی پڑتی ہے ❖

اسلام میں مسیح

پہلا باب

مسیح اسرائیلی

پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہودی قوم جس میں عیسیٰ مسیح پیدا ہوا ازرُوئے قرآن رُوئے زمین کی تمام دیگر اقوام پر فضیلت رکھتی ہے۔ چنانچہ سورۂ بقر کی چھیالیسویں آیت میں مرقوم ہے "یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین" (اے بنی اسرائیل میری اُس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر بھیجی اور تحقیق میں نے تم کو تمام عالمین پر فضیلت بخشی) اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سرورِ انبیاء کے لقب کا حقدار ضرور بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہئے کیونکہ امام رازی صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ "عالمین" کے مفہوم میں خدا کی ذات کے سوا تمام مخلوقات شامل ہے۔ پس اب مقامِ غور ہے کہ عیسےٰ ابنِ مریم اسرائیلی کی مانند اس لقب کا مستحق کون ہے؟ قرآن صرف اُسی کو کلمۃ اللہ اور رُوحٌ منہ کہتا ہے۔

پھر سورۂ عنکبوت کی چھبیسویں آیت میں مرقوم ہے ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب وجعلنا فی ذریتہ النبوت والکتٰب (ہم نے اُس کو اسحٰق ویعقوب دیئے اور نبوت وکتاب کا انعام ہم نے اُس کی نسل میں رکھا)۔

اِس میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ قرآن میں انبیا کی جس جماعت کی طرف اشارہ

ہیں وہ زیادہ تر اسحٰق کی اولاد میں سے تھے۔ اسمٰعیل کی اولاد میں سے ایک بھی
نہیں تھا اور اس کا سبب بھی صاف ظاہر ہے کیونکہ بائبل اور قرآن دونوں
کے بیان کے مطابق خدا کا انعام اور وعدہ کا فرزند اسحٰق ہی تھا اسمٰعیل تو
ابراہیم کی کنیز ہاجرہ کا بیٹا تھا اور قرآن اُس کو انعامِ الٰہی بیان نہیں کرتا
بلکہ بخلاف اس کے مندرجہ بالا آیت نہایت صفائی اور صراحت سے ثابت
کرتی ہے کہ خدا نے نبوت و کتاب کے انعام کو اسحٰق کی نسل کے لئے مخصوص
کیا۔ لہذا قرآن توریت کے بیان سے بالکل مطابقت رکھتا ہے۔ پیدائش
کی کتاب کے چھبیسویں باب کی چوتھی آیت میں مرقوم ہے کہ "تیری نسل سے
زمین کی ساری قومیں برکت پاوینگی"۔ ہم اپنے مسلمان احباب سے پوچھتے
ہیں کہ کیا وہ بائبل یا قرآن میں کہیں یہ لکھا دکھا سکتے ہیں کہ خدا نے اسمٰعیل
کی نسل کی طرف اشارہ کرکے ابراہیم سے کہا کہ میں نبوت و کتاب کا انعام
تیری اولاد کو دونگا؟ کیا قرآن کی مذکورہ بالا آیت سے معلوم نہیں ہوتا کہ
بنی اسرائیل اسحٰق کی نسل سے ہیں اور کیا یہ اظہر من الشمس نہیں کہ عیسٰے مسیح
ابن مریم بنی اسرائیل میں سے ہے؟ پس مسیح کی قومیت ہی اُسے محمد صاحب
یا اسمٰعیل کے کسی اور فرزند سے کہیں بزرگ و برتر قرار دیتی ہے۔ اس کے ساتھ
ہی جب ہم مسیح کے اُن القاب کا جو قرآن میں مندرج ہیں خیال کرتے ہیں تو
اُس کی شان دیگر انبیا سے نہایت ہی اعلیٰ و ارفع نظر آتی ہے ⁂

دُوسرا باب

مسیح کی پیدائش

اب ہم دُوسری بات یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن میں مسیح کا سب سے عام نام "عیسٰے ابن مریم"

ہے۔ دیکھو سورہ عمران ۴۲ آیت ۔ ۵ اگر قرآن کا بغور مطالعہ کیا جائے تو نہ صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل جس میں مسیح پیدا ہوا روئے زمین کی تمام دیگر اقوام پر فضیلت رکھتی ہے بلکہ یہ بھی کہ خدائے تعالےٰ نے عیسےٰ کی ماں مریم مطہرہ کو بھی تمام خاتونان جہان سے برگزیدہ کیا اور اُن پر فضیلت بخشی۔ چنانچہ سورۂ عمران کی بیالیسویں آیت میں مرقوم ہے "یا مریم ان اللہ اصطفاک و طہرک واصطفاک علیٰ نساء العالمین" (اے مریم بیشک اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاک کیا اور تجھے تمام جہان کی مستورات میں سے چن لیا) کیا اس سے یہ بات بخوبی ظاہر نہیں ہوتی کہ اُس کا بیٹا عیسےٰ سب سے بڑا نبی ہونیوالا تھا؟ کیسی خوبصورتی سے اس کی اُس وعدہ سے تطبیق ہوتی ہے جو خدا نے اسحٰق سے کیا کہ "تیری نسل سے دُنیا کی ساری قومیں برکت پاوینگی"۔ جیسا کہ ہمارے مسلمان احباب اکثر کہا کرتے ہیں اگر آخری اور سب سے بڑے نبی محمد صاحب ہوں تو کیا "خدا نے تجھکو تمام جہان کی مستورات میں سے چن لیا" کا جملہ بجائے مریم کے محمد صاحب کی ماں آمنہ کے حق میں نہیں ہونا چاہئیے؟ اب ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن میں لفظ عیسےٰ کیا معنی رکھتا ہے؟ اس سوال کا جواب انجیل شریف میں تو مل سکتا ہے کیونکہ انجیل متی کے پہلے باب کی اکیسویں آیت میں عیسےٰ کا ترجمہ "بچانے والا" ہے چنانچہ مرقوم ہے "تو اُس کا نام یسوع (عیسیٰ) رکھیگا کیونکہ وہ اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچائیگا" جب مسلمان بھائیوں کے سامنے مسیح کے دعاوی کو زور سے پیش کیا جاتا ہے تو اکثر یوں کہتے ہیں کہ "ہم بھی مسیح پر ایمان رکھتے ہیں" لیکن کیا وہ کبھی اُس کے اِس نام کے معانی پر غور کرتے ہیں؟ جب مسلمان قرآن میں مسیح کی معجزانہ پیدائش کا بیان پڑھتے ہیں کہ وہ کیونکر خدا کی قدرت کاملہ سے کنواری مریم سے پیدا ہوا تو کیا اُنہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ اس معجزانہ پیدائش کا کیا مطلب ہے؟

سورۂ مریم کی اُنیسویں آیت سے بائیسویں آیت تک یُوں مرقوم ہے کہ قال انما انا رسول ربك لاھب لك غلما ذکیا۔ قالت انی یکون لی غلم ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیا۔ قال کذالك قال ربك ھو علی ھین ولنجعلہ ایۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا فحملتہ (جبرائیل نے کہا میں یقیناً تیرے خدا کی طرف سے تجھے ایک پاکیزہ بیٹا بخشنے کے لئے بھیجا گیا ہوں مریم نے کہا میرے ہاں بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ کسی مرد نے مجھے نہیں جانا اور میں بدکار نہیں ہوں۔ فرشتہ نے کہا تیرا خدا ایسا فرماتا ہے کہ یہ بات مجھ پر آسان ہے۔ ہم اس کو لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت بناوینگے۔ یہ بات مقدر ہو چکی ہے پس وہ حاملہ ہو گئی)۔

تمام جہان میں کوئی اور نبی ایسے معجزانہ طور سے پیدا نہیں ہُوا۔ بیشک حضرت آدم کو خدا نے بے ماں باپ پیدا کیا لیکن ابتدا میں ایسا کرنا ضروری تھا۔ عیسےٰ کی پیدائش میں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا نے اپنے مقرر کردہ قانون قدرت کے برخلاف اور اُس سے بڑھکر عمل کیا تاکہ مسیح کنواری سے پیدا ہو۔ خدا کا یہ فعل ہرگز ہرگز بے معنی نہیں ہو سکتا بلکہ ہم جانتے ہیں کہ اس سے مسیح کے اُس خاص رشتہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو اُس کے سوا کوئی دوسرا نبی خدا سے نہیں رکھتا۔ انجیل شریف میں جو مسیح کی پیدائش کا بیان مندرج ہے اُس کے مطالعہ سے اس رشتہ کی حقیقت صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ انجیل لوقا کے پہلے باب کی اکتیسویں و بتیسویں آیات میں مرقوم ہے کہ جبرائیل فرشتہ نے آکر مریم سے کہا "دیکھ تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی۔ اُس کا نام یسوع (عیسےٰ) رکھنا۔ وہ بزرگ ہوگا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائیگا"۔ اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ کو اُس کی معجزانہ پیدائش کے سبب سے "ابن اللہ" کا لقب ملا ہے۔ یہ ایک معقول اصطلاح ہے جس سے ایک خاص رشتہ ظاہر ہوتا ہے اور

کلمۃُ اللہِ بھی ایسی ہی اصطلاح ہے جو قرآن میں عیسیٰ کے حق میں استعمال کی گئی ہے۔ ان دونوں اصطلاحوں میں سے ایک بھی محض لفظی و لغوی معنوں میں نہیں لی جا سکتی۔ جسمانی ابنیت کے خیال کے لئے ہرگز گنجائش نہیں ہے لیکن محمد صاحب خود اور بہت سے اُن کی پیروی کرنے والے اس سخت غلطی کے گڑھے میں گرے ہیں۔ اگر غور سے قرآن کو مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ محمد صاحب نے مسیح کی الٰہی ابنیت کی مسیحی تعلیم کو جسمانی رشتہ پر محمول کیا۔ چنانچہ سورۂ انعام کی ایک سو پہلی آیت میں لکھا ہے" بدیع السمٰوٰتِ والارض انّی یکون لہ ولدٌ ولم تکن لہ صاحبۃ" (وہ زمین و آسمان کا خالق ہے اُس کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ اُس کی کوئی بیوی ہی نہیں ہے) اور پھر سورۂ مومن کی بانوےویں آیت میں مندرج ہے" ما اتخذ اللہ من ولدٍ (خدا کے لئے کوئی بیٹا بیٹی نہیں) ایک بنگالی مسلمان نے اسی قسم کی غلط فہمی کی بنیاد پر ایک کتاب لکھی ہے اور اُس میں بڑی کوشش سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مسیح خدا کا (جسمانی) بیٹا نہیں ہو سکتا۔ لیکن کوئی مسیحی بھی اُس کو جسمانی بیٹا نہیں کہتا کیونکہ جسمانی ابنیت کی تعلیم مسیحیوں کے نزدیک بھی ایسی ہی گھناؤنی اور نفرت انگیز و کفر آمیز ہے جیسے کہ کسی اہل اسلام کے لئے ہو سکتی ہے۔ مسیح کی ابنیت پر محمد صاحب کا اعتراض یقیناً اس بنا پر تھا کہ ابنیت کا اقرار خدا کی توحید کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ لیکن اگر اس مسئلہ کو ٹھیک طور سے سمجھ لیا جاوے تو اس سے توحید پر مطلق حرف نہیں آتا۔ اہل اسلام کی طرح مسیحی بھی خدا کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں۔ خدا کے بیٹے بیٹیاں ماننا جاہلوں اور بیدینوں کا اعتقاد ہے۔ قرآن میں اس کا اُس موقعہ پر ذکر ہے جہاں لکھا ہے کہ بعض اہل عرب خدا سے بیٹیاں منسوب کرتے تھے۔

یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ مسیح کی ابنیت پر لکھتے وقت مسیحی مصنفین نے کہیں کبھی لفظ "ولد" کا استعمال نہیں کیا کیونکہ "ولد" جسمانی رشتہ کی طرف اشارہ کرتا ہے بلکہ انہوں نے ہر جگہ لفظ "ابن" لکھا ہے جو عربی زبان میں غیر جسمانی اور روحانی معنوں میں بھی اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ محمد صاحب نے مندرجہ بالا آیات میں اس بات پر زور دیا ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا یعنی "ولد" نہیں ہو سکتا لیکن مسیحی اعتقاد کو پیش کرنے وقت خاص مستثنیٰ زبان دانی سے لفظ "ابن" استعمال کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ توبہ کی تیسویں آیت میں مرقوم ہے "قالت النصریٰ المسیح ابن اللہ" نصاریٰ مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں) اس مقام پر مسیحیوں کو یہ سوال کرنے کا حق حاصل ہے کہ اگر اسے روح اللہ کہنا جائز ہے تو ابن اللہ کہنا کیوں گناہ ہے؟

قرآن نہ صرف مسیح کی پیدائش کو معجزانہ بیان کرتا ہے بلکہ مسیح کو تمام مخلوقات کے لئے ایک نشان قرار دیتا ہے۔ چنانچہ سورۃ انبیا کی اکانویں آیت میں مندرج ہے "وجعلنٰھا وابنھا آیۃ للعٰلمین" (ہم نے اس کو (مریم کو) اور اس کے بیٹے کو تمام مخلوقات کے لئے نشان بنایا) اگر ہمارے مسلمان بھائی مسیح کے بارہ میں جسمانی ابنیت کا خیال اپنے دلوں سے دور کردیں تو اصطلاح "ابن اللہ" کے متعلق ان کی مشکل بہت کچھ آسان ہوجائیگی۔ جو مسلمان قرآن اور احادیث کو اچھی طرح سے پڑھتے اور بخوبی سمجھتے ہیں وہ اتنا تو ضرور مانینگے کہ ان کتابوں میں مسیح اور خدا باپ کے ایک ایسے باہمی خاص رشتہ کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں جو کسی اور نبی اور خدا کے درمیان پایا نہیں جاتا۔ مثلاً مشکوٰۃ المصابیح میں لکھا ہے کہ "ہر ایک انسان کو اس کی پیدائش کے وقت شیطان چھو لیتا ہے لیکن مریم اور اس کا بیٹا اس سے محفوظ رہا

کیا اس حدیث سے مسیح کا مرتبہ دیگر تمام انبیاء سے اعلیٰ نہیں ٹھہرتا ہے اور اگر یہ حدیث سچی ہے تو کیا اس سے اس امر کی بخوبی تشریح نہیں ہوتی کہ مریم اور اس کا بیٹا کیوں تمام مخلوقات کے لئے نشان مقرر کئے گئے ہیں؟

بعض مسلمان مسیح کو "ابن اللہ" مانتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ تمام مقدس لوگ "ابن اللہ" یا خدا کے بیٹے ہیں۔ اس میں بیشک کچھ سچائی پائی جاتی ہے لیکن یہ پوری سچائی نہیں ہے کیونکہ بائبل نہایت صفائی اور صراحت سے بتاتی ہے کہ مسیح کی ابنیت دیگر مومنین کی سی نہیں ہے۔ چنانچہ انجیل شریف میں عیسیٰ خدا کا اکلوتا بیٹا کہلاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا باپ کے ساتھ اس کا ایسا خاص رشتہ ہے جو کسی اور کا نہیں ہے۔ اگر کوئی تعصب سے خالی ہو کر انجیل شریف کو پڑھے تو ضرور اس حقیقت کا قائل ہو جائیگا۔ چنانچہ عیسیٰ مسیح نے اپنے حواریوں سے پوچھا "تم مجھے کیا کہتے ہو" شمعون پطرس نے جواب میں کہا "تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے"۔ عیسیٰ نے جواب میں اس سے کہا مبارک ہے تو شمعون بر یونس۔ کیونکہ یہ بات جسم اور خون سے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے" (انجیل متی ۱۶: ۱۵-۱۷) اگر مسیح بھی ایسا ہی "ابن اللہ" ہوتا جیسے اور مومنین "ابن اللہ" ہیں تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ مسیح کے اس جواب کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ علاوہ بریں ہم جانتے ہیں کہ یہودی لوگ عیسیٰ کو اسی لئے قتل کرنا چاہتے تھے کہ "وہ خدا کو خاص اپنا باپ کہکر اپنے آپ کو خدا کے برابر بناتا تھا" (یوحنا ۵: ۱۸)۔ پس اظہر من الشمس ہے کہ "اکلوتے بیٹے" کی اصطلاح عیسیٰ کی ابنیت کو دیگر مومنین کی ابنیت سے مختلف اور بالاتر قرار دیتی ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ باوجود انجیل شریف کی صاف شہادت کے بہت سے مسلمان مصنفین یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسیح کی ابنیت دیگر مومنین کی ابنیت

کی سی ہے لیکن مسیح کی معجزانہ پیدائش کا بیان جو قرآن میں مندرج ہے کیا اُس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مسیح کا خدا باپ سے ایسا رشتہ ہے جو کسی اور کا نہیں ہوسکتا؟ اس حقیقت پر قرآن میں تو صرف اشارات پائے جاتے ہیں لیکن انجیل شریف میں اس کی تعلیم بالکل صاف ہے۔ جہاں مسیح خدا کا "اکلوتا بیٹا" کہلاتا ہے۔ قرآن کسی اور کی ایسی معجزانہ پیدائش کا ذکر نہیں کرتا۔ لہذا بلحاظ پیدائش قرآن بھی مسیح کو تمام دیگر انبیا اللہ پر فضیلت اور برتری دینے میں انجیل شریف سے متفق ہے۔

تیسرا باب

عیسیٰ مسیحِ موعود

پھر تیسری بات ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم قرآن میں المسیح بھی کہلاتا ہے۔ چنانچہ سورہ عمران کی چھیالیسویں آیت میں مرقوم ہے "اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم" (اُس کا نام المسیح عیسیٰ ابن مریم ہے) مسلمان اس جملہ کو اکثر بار بار پڑھتے ہیں لہذا ہم اُن سے پھر پوچھتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کا کیا باعث ہے کہ تمام قرآن میں صرف عیسیٰ کے حق میں ایسے وزنی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ صرف وہی اکیلا "المسیح" کہلاتا ہے؟ "مسیح" کا مطلب ہے "مسح کیا گیا" اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ "عیسیٰ" کا ترجمہ "بچانیوالا" ہے۔ پس "عیسیٰ مسیح" کا ترجمہ ہوا "مسح کیا گیا بچانے والا" یا "ممسوح نجات دہندہ"۔ خود محمد صاحب کے حق میں بھی قرآن میں کوئی ایسا بڑا لقب پایا نہیں جاتا۔ محمد صاحب اپنی نسبت خود کہتے ہیں کہ "میں محض ایک واعظ ہوں" (سورہ

عنکبوت کی پچاسویں آیت) اگر اس رسالہ کا پڑھنے والا کچھ تکلیف گوارا کرکے توریت اور زبور کو غور سے پڑھے تو اُسے اِن کتابوں میں دُنیا کے نجات دہندہ مسیح کے حق میں بہت سی پیشینگوئیاں ملینگی۔ اِن پیشینگوئیوں میں سے بہت سی ظاہر کرتی ہیں کہ مسیح تمام دیگر انبیا سے بزرگ و برتر ہوگا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ اُس کی ذات الٰہی ہوگی۔ مثلاً ایک سو دسویں زبور کی پہلی آیت میں داؤد نبی مسیح کے بارہ میں پیشینگوئی کرتے وقت کہتا ہے کہ "خداوند نے میرے خداوند سے کہا کہ میری دہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دُشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی نہ بنا دوں"۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ داؤد نبی زبور میں مسیح کو اپنا خداوند کہتا ہے اور اس سے صاف ظاہر کرتا ہے کہ مسیح انسان سے بڑھکر اور الٰہی تھا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ عیسٰے نے خود زبور کی مذکورہ بالا آیت کو مسیحا کے حق میں استعمال کیا اور اِس سے اپنی الوہیت کا ثبوت دیا۔ چنانچہ انجیل متی کے بائیسویں باب کی ۴۱ سے ۴۵ آیت تک مرقوم ہے "جب فریسی جمع ہوئے تو یسوع (عیسٰے) نے اُن سے یہ پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو؟ وہ کس کا بیٹا ہے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا داؤد کا۔ اُس نے اُن سے کہا پھر داؤد رُوح کی ہدایت سے کیونکر اُسے خداوند کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا کہ میری دہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دُشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کروں۔ پس جب داؤد اُس کو خداوند کہتا ہے تو وہ اُس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟" پھر یسعیاہ نبی کی کتاب کے ساتویں باب کی چودھویں آیت میں مسیح کے حق میں یوں مرقوم ہے کہ خداوند خود تم کو ایک نشان دیگا۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اُس کا نام عمانوئیل (خدا ہمارے ساتھ) رکھینگے" زبور اور دیگر

کتب انبیا کے بہت سے مقامات سے نہایت صفائی اور صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نبی۔ کاہن اور بادشاہ ہوگا اور ایک عجیب بعید الفہم طور سے لوگوں کے گناہوں کے لئے اپنی جان دیگا۔ چنانچہ یسعیاہ نبی کی کتاب کے ترپنویں باب میں مندرج ہے" وہ ہمارے گناہوں کے لئے گھائل کیا گیا اور ہماری بدکاریوں کے باعث کُچلا گیا۔ ہماری سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی اور اُس کے مار کھانے سے ہم چنگے ہوئے۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے اور ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی راہ کو پھرا پر خداوند نے ہم سبھوں کی بدکاری اُس پر لادی" +

اب مقامِ غور ہے کہ باوجودیکہ یہودیوں نے عیسیٰ کو مسیح موعود نہ مانا۔ مسیح کے حق میں یہ پیشینگوئیاں اُن کی کتبِ مقدسہ میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ہمارے پاس اِس بات کا نہایت پختہ ثبوت ہے کہ یہ مقامات جو اُس کی اُلوہیت ثابت کرتے ہیں اُن کتابوں میں مسیحیوں نے داخل نہیں کر دیئے ہیں۔ اور یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ یہودیوں نے اِن مقامات کو داخل کیا۔ پس لازم ہے جیسے وہ فی الحقیقت ہیں خدا کا کلام تسلیم کر لئے جائیں جو اُس حیّ القیوم نے اپنے برگزیدہ بندگان انبیا کی معرفت ظاہر فرمایا۔ حق تو یہ ہے کہ یہودیوں نے خود اپنی کتابوں میں مندرجہ بالا مقامات اور ایسے ہی اور بیانات کو دیکھکر مسیح کی بزرگی وعظمت کے بڑے بڑے خیالات قائم کئے اور اُسے تمام دیگر انبیا پر ترجیح دی۔ چنانچہ یہودی احادیث و روایات کی کتابوں میں مسیح کو "آسمان سے بھیجا ہوا بادشاہ" موسیٰ سے بزرگتر اور فرشتگان سے بلند پایہ" لکھا ہے۔ کتاب اخنوخ میں مسیح "خدا کا بیٹا" بیان کیا گیا ہے۔ سلیمان کے مزامیر میں اُسے "گناہ سے آزاد"۔ "خداوند" اور "راست بادشاہ" وغیرہ بڑے

بڑے القاب سے ملقب کیا ہے۔ یہودیوں کی ایسی غیر معتبر کتابیں مسیح کے
وجود کو ابتدائے عالم سے قدیم تر مانتی ہیں اور اُسے انجام کار آکر دُنیا کا
انصاف کرنے والا قرار دیتی ہیں۔ پس ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ
یہودی لوگ اپنی کُتب مقدسہ کو بخوبی سمجھتے تھے اور آنے والے مسیح کی بے نظیر
بزرگی و عظمت سے ناواقف نہیں تھے۔ قرآن بار بار عیسےٰ کو مسیح بیان کرتا
ہے اور پُورے طور سے اُسے تمام دیگر انبیا سے بزرگ و برتر تسلیم کرتا ہے۔
اُسے یہ القاب دیتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا کہ عیسیٰ کی ایسی عزت و عظمت کیوں
ہے لیکن بخلاف اِس کے بائبل میں اِس کا پُورا بیان ملتا ہے کہ یہ کون ہے جس
کو خدا نے اِس قدر معزز و ممتاز فرمایا +

مسلمان مفسرین قرآن بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ایسا بڑا لقب کسی اَور کو نہیں
دیا گیا لیکن وہ طرح طرح سے کوشش کرتے ہیں کہ اس لقب کے صاف اور
لازم نتیجہ سے بچیں۔ مثلاً امام رازی صاحب فرماتے ہیں کہ "عیسےٰ کو مسیح کا لقب
اِس لئے دیا گیا کہ وہ گناہ کے داغ سے پاک و صاف رکھا گیا۔" (جبکہ دیگر انبیا
میں سے کسی کو یہ لقب نہیں دیا گیا تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سب
گنہگار تھے؟) پھر ایک اَور مفسر ابو عمرو ابن العلا کہتا ہے کہ لفظ "مسیح" سے "بادشاہ"
مُراد ہے۔ بیضاوی کہتا ہے " وہ اِس لئے مسیح کہلاتا ہے کہ اُس میں بلا واسطہ
خدائے تعالےٰ کی رُوح ہے جو ذات و ماہیت میں خدا کے ساتھ ایک ہے"۔
پس ہم صاف دیکھتے ہیں کہ قابلِ اعتماد مسلمان مفسرین عیسیٰ کی بزرگی اور فضیلت
کے قائل ہیں اور صرف اُسی ایک نبی کو "مسیح" کے عالی لقب کا مستحق مانتے ہیں
جس اعلیٰ رتبہ پر قرآن عیسیٰ کو بٹھاتا ہے اور اُس پر انجیل شریف سے بھی شہادت
ملتی ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے " اِس لئے خدا نے بھی اُسے (مسیح کو) سرفراز کیا

اور اُسے ایک ایسا نام دیا جو سب ناموں سے بلند ہے"۔

چوتھا باب

مسیح کلمۃ اللہ

چوتھی بات ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح قرآن میں "کلمۃ اللہ" کہلاتا ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء کی ایک سو اکہترویں آیت میں مرقوم ہے " انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القٰھا الیٰ مریم" (یقیناً مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول ہے اور اُس کا کلمہ جو اُس نے مریم کی طرف ڈال دیا) یہ آیت بہت صفائی سے عیسےٰ مسیح کو تمام دیگر انبیا سے کہیں بزرگ و برتر ثابت کرتی ہے اور مسلمان مفسرین اس کی تفسیر کرنے میں بہت عاجز ہیں۔ ہم اس لقب مسیح کا اُن القاب سے مقابلہ کرینگے جو مسلمانوں نے دیگر انبیا کو دیئے ہیں۔ اس سے صاف نظر آجائیگا کہ مسیح دُوسرے نبیوں سے کس قدر اعلیٰ و بالا ہے۔ مثلاً آدم "صفی اللہ" یعنی خدا کا برگزیدہ۔ نوح "نبی اللہ" یعنی خدا کا نبی۔ ابراہیم "خلیل اللہ" یعنی خدا کا دوست۔ مُوسیٰ "کلیم اللہ" یعنی خدا سے کلام کرنے والا اور محمد رسول اللہ یعنی خدا کا پیغام لانے والا کہلاتا ہے۔ یہ تمام القاب ہمارے جیسے کمزور اور خاطی آدمیوں کو دئے جاسکتے ہیں لیکن مسیح قرآن میں "کلمۃ اللہ" کہلاتا ہے۔ یہ ایسا لقب ہے جو از حد صفائی اور صراحت کے ساتھ مسیح اور خدا باپ میں ایک خاص رشتہ پر دلالت کرتا ہے۔

مسلمان مصنفین نے کئی طرح سے کوشش کی ہے کہ "کلمۃ اللہ" سے جو عیسیٰ کی الُوہیت کا صاف نتیجہ نکلتا ہے اُس پر دھول ڈالیں۔ مثلاً امام رازی اور جلال کے

چند مصنفین ہم کو یہ منوانا چاہتے ہیں کہ کلمۃ اللہ" سے صرف یہ مراد ہے کہ عیسیٰ خدا کے حکم یا "کلمۃ اللہ" یعنی کلام سے پیدا کیا گیا لیکن آدم بھی تو خدا کے حکم سے پیدا کیا گیا تھا۔ کیا کوئی مسلمان آدم کو "کلمۃ اللہ" کہنے کی جرأت کریگا؟ علاوہ بریں قرآن کی مذکورہ بالا آیت میں یہ صاف بیان کیا گیا ہے کہ عیسےٰ "کلمۃ اللہ" تھا جو خدا نے مریم میں ڈال دیا۔ امام رازی کے بے بنیاد بیان اور تفسیر کی تردید کے لئے یہ ایک ہی آیت کافی ہے کیونکہ اس سے صاف عیاں ہے کہ کلمہ مریم میں ڈالا جانے سے پیشتر بھی موجود تھا۔ حقیقت یوں ہے کہ خداوند عیسےٰ کا یہ لقب صرف انجیل شریف ہی کے مطالعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ اس میں بڑی صفائی سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسےٰ "کلمۃ اللہ" الٰہی ہے اور مجسم ہوکر دنیا میں آنے سے پیشتر خدا کے ساتھ موجود تھا۔ چنانچہ انجیل یوحنا کے پہلے باب کی پہلی آیت میں مرقوم ہے" ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ اور کلام مجسم ہوا اور اُس نے فضل اور سچائی سے معمور ہوکر ہمارے درمیان خیمہ کیا اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسے باپ کے اکلوتے کا جلال"۔ مسلمانوں کی احادیث میں بھی اس کی شہادت موجود ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح کے دفتر اول کے چوتھے باب کی تیسری فصل میں مندرج ہے" وہ (عیسےٰ) ارواح میں تھا۔ ہم نے اُس کو مریم میں بھیجدیا"۔ اسی کتاب میں ابی سے مروی ہے کہ مسیح کی رُوح مریم کے مُنہ سے داخل ہوئی! اگرچہ ہم کو ایسی احادیث و روایات کی چنداں ضرورت نہیں تو بھی ان سے اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ معتقدات اسلام میں مسیح اس دنیا میں مجسم ہوکر آنے سے پیشتر موجود مانا گیا ہے۔ بائبل اور قرآن دونوں عیسےٰ کو "کلمۃ اللہ" کہتے ہیں اور اس طرح سے اُسے تمام دیگر انبیا سے منتخب اور ممتاز کرکے اُس رشتہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو اس میں اور خدا باپ میں ہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن میں بائبل کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ وہی نہیں ہے جو عیسیٰ مسیح کے حق میں استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقر کی چوہترویں آیت میں لکھا ہے " وکان فریقٌ منھم یسمعون کلام اللّٰہ" (اور اُن میں سے ایک فریق خدا کا کلام سُنتا تھا) یہاں لفظِ کلام کتب الہامی کے لئے استعمال کیا گیا ہے وہ "کلمۃ" ہے۔ اُس کے حق میں "کلام" کبھی استعمال نہیں ہوا۔ چنانچہ سورۂ عمران کی پینتالیسویں آیت میں مرقوم ہے " یا مریم انّ اللّٰہ یبشرك بکلمۃٍ منہٗ" (اے مریم اللہ تجھے خوشخبری بھیجتا ہے "کلمہ" سے جو اُس سے ہے) باایں ہمہ یہ مفسرین ہم سے یہ ماننے کو کہتے ہیں کہ "کلمۃ اللّٰہ" کا اعلیٰ لقب صرف یہ معنی رکھتا ہے کہ مسیح خدا کے حکم یا کلام سے پیدا کیا گیا تھا۔ پھر مندرجہ بالا آیتِ قرآن میں مسیح "اُس کا کلمہ" یعنی "خدا کا کلمہ" کہلاتا ہے۔ عربی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے " الکلمۃ اللّٰہ" مراد ہے نہ صرف کلمۂ خدا۔ "کلمۃ اللّٰہ" نہ محض "کلمۃٌ من کلمات اللّٰہ"۔ پس صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ "الکلمۃ اللّٰہ" یا خدا کا خاص اظہار ہے۔ صرف اسی کے وسیلہ سے ہم خدا کی مرضی کو معلوم کر سکتے ہیں۔ کسی اور نبی کو یہ لقب نہیں دیا گیا۔ کیونکہ کوئی اور اِس طور سے خدا کی مرضی کو ظاہر کرنے والا نہیں ہے۔ اسی لئے عیسیٰ انجیل شریف میں فرماتا ہے "راہ اور حق اور زندگی مَیں ہوں۔ کوئی باپ پاس نہیں آسکتا مگر میرے وسیلہ سے"۔ "میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا اور کوئی نہیں جانتا کہ بیٹا کون ہے سوا باپ کے اور کوئی نہیں جانتا کہ باپ کون ہے سوا بیٹے کے اور اُس شخص کے جس پر بیٹا ظاہر کرنا چاہے (لوقا ۱۰: ۲۲)

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم مسیح کی الوہیت کا مسئلہ پُورے طور سے سمجھتے ہیں کیونکہ اِس سے اسرارِ تثلیث کا تعلق ہے لیکن اِس قدر بخوبی صفائی

سے دیکھتے ہیں کہ خدا کے "کلمۃ" کی ذات الٰہی ہونی چاہئے کیونکہ سوائے الٰہی ذات کے کسی اور چیز سے مسیح کی معجزانہ پیدائش کا راز ہرگز نہیں کھلتا۔ انجیل شریف سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ازلی کلام نے کامل انسانی ذات اختیار کی لیکن ساتھ ہی الٰہی ذات سے عاری نہیں ہوا۔ اُس میں انسانی ذات اور الٰہی ذات باہم موجود تھیں جیسا کسی درخت پر پیوند لگانے سے پیوند اور پیوند شدہ درخت کی شاخیں اپنی اپنی ذات میں جدا جدا ہیں لیکن پھر بھی ایک ہی درخت ہے ایسا ہی انجیل شریف میں مرقوم ہے کہ کلام مجسم ہوا اور ہمارے درمیان رہا اور قرآن میں لکھا ہے کہ "خدا نے اپنا کلمہ مریم میں ڈالا"۔ پس خدا نے خود عیسےٰ مسیح میں ہو کر بنی آدم میں بود و باش کی۔ اسلام کے بعض فرقے مانتے ہیں کہ ایک ہی شخص میں انسانیت و الوہیت جمع ہو سکتی ہے۔ چنانچہ شہرستانی ۲: ۷۶-۷۷ میں مرقوم ہے کہ فرقۃ المشبہ کا ایسا اعتقاد تھا۔ یہ کہنا کہ "چونکہ ہم مسیح کے مجسم ہونے کو یا اُس کی الوہیت کو سمجھ نہیں سکتے لہذا ہم اس کو نہیں مانتے" کوئی معقول جواب نہیں ہے کیونکہ ہم قیامت کو بھی نہیں سمجھتے لیکن اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو کوئی دانا ہے وہ ضرور اس سنجیدہ مسئلہ پر بائبل مقدس کی صاف تعلیم کو قبول کریگا۔ بیشک تثلیث کا مسئلہ نہایت مشکل اور ستر مکتوم ہے لیکن گو عقل سے بالا ہو اور عقل میں نہ آسکے تو بھی خلاف عقل تو نہیں ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی تو صفات الٰہی کی کثرت کو مانتے ہیں۔ مثلاً اُس کا رحم۔ انصاف اور قدرت وغیرہ اور بڑی درستی سے اُسے "الصفات الحسنہ مجموع" یعنے تمام نیک صفات کا مجموعہ کہتے ہیں۔ اگر خدا کی صفات میں کثرت ممکن ہے تو اُس کی ذات میں کیوں ناممکن ہے؟ ان دونوں صورتوں میں سے ایک میں بھی اُس کی وحدت پر حرف نہیں آتا۔ علی کی زبانی روایت کی گئی ہے "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ"

یعنی جو اپنے آپ کو جانتا ہے وہ اپنے خدا کو جانتا ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اب جائے غور ہے کہ ہم سب اپنی "روح" "عقل" اور "نفس" کو "تین" کہتے ہیں۔ یہ چیزیں مختلف ہیں لیکن شخصیت ایک ہی رہتی ہے۔ جبکہ ہم اپنے آپ کو بھی پورے طور سے نہیں سمجھ سکتے تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ لامحدود خدا کی ذات ہماری سمجھ میں آجاوے؟

علاوہ بریں قرآن میں خدا "الودود" یعنی محب کہلاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کی ذات میں "الوداد" یعنی حُب کی صفت موجود ہے اور چونکہ خدا کی ذات لاتبدیل و غیر متغیر ہے اس لئے یہ صفت ازلی ہے لیکن حُب کے لئے محبوب کا وجود لابدی ہے پس ہم پوچھتے ہیں کہ جہان و فرشتگان کی پیدائش سے پیشتر خدا کی حُب کا محبوب کیا تھا؟ کیا ان خیالات سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ خدا کی ذات واحد میں کثرت موجود ہے اور واحد میں کثرت کے افراد باہم محب و محبوب ہیں؟ کیا مسلمان یہ نہیں دیکھتے کہ خدا کی صفات مندرجہ قرآن سے ذات باری تعالےٰ کی وحدت میں کثرت کا کچھ نہ کچھ خیال پایا جاتا ہے جو مسیحیوں کی تعلیم تثلیث کی مانند ہے۔

بائبل سکھلاتی ہے کہ خدا کی وحدت میں تثلیث موجود ہے اور عیسےٰ اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم ہے۔ ہمارے بہت سے مسلمان بھائی قرآن کی پیروی کر کے تثلیث کی تعلیم کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تعلیم توحید کے برخلاف ہے لیکن اگر غور سے قرآن کو پڑھیں تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ محمد صاحب نے جس بات کی بڑے زور سے تردید کی وہ شرک یا خداؤں کی کثرت کی تعلیم تھی۔ چنانچہ سورۂ نسا کی ایک سو اکہترویں (۱۶۹) آیت میں مرقوم ہے "لا تقولوا ثلثة انتهوا خيراً لكم انما الله اله واحد" (مت کہو تین خدا ہیں۔ اس سے باز رہو۔ یہ تمہارے لئے

بہتر ہوگا۔ خدا صرف ایک ہی ہے) مشہور مفسرین جلالین نے سمجھا کہ یہ آیت شرک یا بہت سے خدا ماننے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "اے اہل انجیل تم اپنے دین میں کفر کی پیروی مت کرو اور خدا کی بابت سوائے حق بات کے کچھ اور مت کہو۔ شرک اور قادر مطلق کا بیٹا بیان کرنے سے باز آؤ"۔ پس اس سے صاف نظر آتا ہے کہ قرآن شرک اور ایک سے زیادہ خدا ماننے کی تعلیم کی تردید کرتا ہے جو تعلیم مسیحی لوگ نہ مانتے ہیں اور نہ اوروں کو سکھاتے ہیں۔ عیسے مسیح گویا ہر طرح کی غلط فہمی کو دور کرنے کی غرض سے خدا کی توحید کا یوں بیان فرماتا ہے " میں اور میرا باپ ایک ہیں" (یوحنا ۱۰: ۳۰) سورۂ مائدہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب تثلیث کی تعلیم کو مطلق نہ سمجھ سکے چنانچہ ایک سو سولھویں[۱۱۶] آیت میں مرقوم ہے " یا عیسیٰ ابن مریم أنت قلت للناس اتخذونی وأمی الٰهین من دون الله" (اے عیسے ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ خدا کے سوا مجھکو اور میری ماں کو دو خدا مانو؟) سورۂ مائدہ میں محمد صاحب بڑی کوشش سے اس بات کو ثابت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مریم عیسے کی ماں خدا نہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ کھانا کھاتی تھی! تاہم بیضاوی اور دیگر اچھے اچھے مسلمان مفسرین مانتے ہیں کہ مسیحی تثلیث اقانیم ثلاثہ باپ۔ بیٹا اور روح القدس ہیں تثلیث کے بارہ میں جو غلط خیال محمد صاحب کا تھا وہی اس زمانہ کے بہت سے مسلمانوں کا ہے۔ وہ سخت غلط فہمی سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ مسیحی لوگ تین خدا مانتے ہیں۔ اس غلط فہمی کے سبب سے وہ مسیحیوں کی تعلیم کی کبھی تحقیقات نہیں کرتے لیکن بعض مسلمان کچھ کچھ درست خیال رکھتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر عماد الدین صاحب ہدایت المسلمین میں لکھتے ہیں کہ فرقۂ صلحیہ کے مسلمان مانتے ہیں کہ خدا کی ذات واحد کے اندر اندر تثلیث کی تعلیم دینا کفر نہیں ہے۔ اگر ٹھیک طور سے سمجھ لی

جاوے تو تثلیث کی تعلیم سے خدا کی توحید کی مخالفت نہیں ہوتی بلکہ "ابن اللہ"
کے مجسم ہونے کا راز بخوبی سمجھ میں آتا ہے اور "کلمۃ اللہ اور "روح اللہ"
کے مشکل القاب کی (جو مسلمان مسیح کے حق میں استعمال کرتے ہیں) تشریح ہوتی
ہے۔ "کلمۃ اللہ" خدا کا سخن ہے اور سخن خدا ایسا ہی قدیم و ازلی ہے جیسا خدا
خود۔ اسی کلمہ نے کنواری مریم کے رحم میں مجسم ہو کر کامل انسانی ذات اختیار
کی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ یسوع (عیسےٰ) ناصری دیگر آدمیوں کی طرح کھاتا پیتا
اور غمگین اور تھکا ماندہ ہوتا تھا کیونکہ انسانی حیثیت میں سوائے گناہ کے
اور جو جو خواہشیں ہم میں ہیں اُس میں بھی تھیں "۔ کلمۃ اللہ" جو خدا نے مریم
میں ڈالا اُس کے بارے میں یہی تعلیم ہے اور ہر ایک سچے مسلمان پر ازروئے
کلامِ خدا اس کو ماننا لازم ٹھہرتا ہے۔ "کلام اللہ" کی اِس شہادت کو نہ ماننا اور
خدا کی ذات و ماہیت کی نسبت چھان بین بیہودگی اور بیدینی ہے۔ محمد صاحب
نے بھی کہا ہے کہ "خدا کی بخششوں کا خیال کرو اور اُس کی ذات کے بارہ میں
مت سوچو۔ یقیناً تم اُس کو نہیں سمجھ سکتے اور پھر یہ بھی مروی ہے کہ "ہم نے تیری
حقیقت کو نہیں جانا۔ ایک اور حدیث میں یہ دہشتناک الفاظ پائے جاتے ہیں۔
"البحث من ذات اللہ کفر" (خدا کی ذات پر بحث کرنا کفر ہے) کوئی سچی تعلیم
عقل کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ جو باتیں خدا کی ذات
سے علاقہ رکھتی ہیں وہ ہماری کمزور انسانی عقل سے ماہر اور بالا ہو سکتی ہیں۔
مسلمان خود مانتے ہیں کہ قرآن کے بعض فقرے متشابہ ہیں اور اُن کے معانی
انسان سے پوشیدہ ہیں اور قیامت کے دن تک ویسے ہی پوشیدہ رہینگے۔
چنانچہ حروف الف ولام ومیم (الٓمٓ) اور خدا کے منہ اور ہاتھوں وغیرہ کے
بیان میں جو فقرات قرآن میں پائے جاتے ہیں۔ پس جس آزادی کو مسلمان اپنے

لئے جائز قرار دیتے ہیں اسے مسیحیوں کے لئے کیوں ناجائز سمجھتے ہیں ؟ ہم بھی تعلیم تثلیث اور مسیح کی الوہیت کو متشابہ کہہ سکتے ہیں۔ لہذا ان تعلیمات کو پورے طور سے سمجھ نہ سکنے کے سبب سے رد کرنا مسلمانوں کے لئے معقول بات نہیں ہے۔

مسیحی لوگ بائبل شریف کی سند پر عیسےٰ مسیح کی الوہیت کو مانتے ہیں اور اس امر میں وہ اکیلے نہیں بلکہ تمام انبیا و رسل بھی اُن کے ساتھ یہی ایمان رکھتے تھے۔ ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ مسیح کے حق میں بہت سی پیشینگوئیاں ایسی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کا جلال الٰہی جلال سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ ہم ایک دو ایسی پیشینگوئیوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ یسعیاہ نبی کی کتاب کے نویں باب کی چھٹی آیت میں مرقوم ہے۔ "ہمارے لئے ایک بیٹا تولد ہُوا۔ ہمیں ایک بیٹا بخشا گیا۔ سلطنت اُس کے کندھے پر ہوگی اور اُس کا نام عجیب مشیر۔ خدائے قادر ابدیت کا باپ۔ سلامتی کا شہزادہ ہوگا۔ اُس کی بادشاہت کی ترقی اور سلامتی کا انجام نہیں ہوگا"۔ پھر داؤد نبی مسیح سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ "اے خدا تیرا تخت ابدالآباد تک ہے"۔ مسیح کے حواری جن کو قرآن "انصار اللہ" کے لقب سے ممتاز کرتا ہے عیسےٰ کی الوہیت پر ایمان رکھتے تھے اور یہ انجیل شریف کے بہت سے مقامات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مسیح کے شاگردوں میں سے ایک تھوما نامی نے اُس کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کو پہلے نہ مانا لیکن جب اُس نے محشور مسیح کو رُوبرو دیکھا تو تازہ ایمان اور خوشی سے معمور ہو کر اُس نے کہا "اے میرے خداوند اے میرے خدا"۔ عیسےٰ نے جواب دیا۔ "تو تو مجھے دیکھ کر ایمان لایا ہے۔ مبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے" (یوحنا ۲۰: ۲۹) مسلمان دوستو! اس الٰہی "ابن اللہ" پر ایمان لانا اُس کے نام کے طفیل سے آپ کو حیاتِ ابدی کا وارث بنائیگا کیونکہ

لکھا ہے کہ "خداوند عیسےٰ پر ایمان لا اور تو نجات پائیگا"۔

پانچواں باب

مسیح روح اللہ

مسلمان مسیح کو ایک اور بڑے لقب یعنی "روح اللہ" سے ملقب کرتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ نسا کی ایک سو اُنہترویں[۱۶۹] آیت میں مرقوم ہے "انما المسیح عیسےٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القٰھا الیٰ مریم وروح منہ" (بیشک مسیح عیسےٰ ابن مریم خدا کا رسول ہے اور اُس کا کلمہ جسے اُس نے مریم میں ڈالا اور اُس کی روح ہے) اس بڑے لقب نے "کلمۃ اللہ" کی طرح مسلمان مفسرین کو جو اس لازم نتیجہ یعنی عیسےٰ کی الوہیت سے انکار کی مختلف راہیں ڈھونڈتے ہیں نہایت مشکل میں ڈال رکھا ہے۔ خلیل اللہ۔ صفی اللہ اور نبی اللہ وغیرہ القاب جو دوسرے انبیا کو دئے گئے ہیں ہماری مانند کمزور انسانوں کو دئے جاسکتے ہیں لیکن "روح اللہ" جو مسلمانوں نے مسیح کو دیا ہے نہایت صفائی سے اُس کی بزرگی و برتری پر دلالت کرتا ہے اور از حد یقینی طور سے اُسے تمام دیگر انبیا سے اعلیٰ و بالا ٹھہراتا ہے ایسے شخص کو بخوبی "ابن اللہ" کہہ سکتے ہیں لیکن مسیحیوں کو اکثر اس سے حیرت ہوتی ہے کہ مسلمان برادران "ابن اللہ" پر کیوں اعتراض کرتے ہیں درحالیکہ وہ خود اُسے "روح اللہ" کہتے ہیں اور "روح اللہ" "ابن اللہ" سے کم نہیں ہے۔ راسخ مسلمان مصنفین مانتے ہیں کہ "روح اللہ" ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو کسی اور نبی سے منسوب نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ امام رازی لکھتے ہیں کہ وہ (مسیح) اس لئے "روح اللہ" کہلاتا ہے کہ "وہ اہل دُنیا کو اُن کے ادیان

میں زندگی بخشنے والا ہے"۔ اور بیضاوی تحریر فرماتے ہیں" وہ ایسی رُوح رکھتا ہے جو ذات اور اصل کے لحاظ سے بلا واسطہ خدا سے صادر ہے" اور یہ کہ "وہ مُردوں کو زندہ کرتا اور بنی آدم کے دلوں کو حیات بخشتا ہے"۔ ہاں یہ روح اللہ اب بھی صاحب الوہیت ہونے کے سبب سے دُنیا کو زندہ کرتا اور قلوب انسانی کو حیات بخشتا ہے اور آج کل غیر معمولی طور سے شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کے لوگ وہ نئی پیدائش اور زندگی حاصل کر رہے ہیں جو فقط عیسےٰ ہی سے ملتی ہے۔ امام صاحب نے یہ لکھتے وقت ضرور انجیل شریف سے عیسیٰ کا یہ فرمان پڑھا ہوگا کہ" قیامت اور زندگی مَیں ہوں۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اگرچہ وہ مر گیا ہو تو بھی جئیگا" (یوحنا ۱۱: ۲۵) پھر یہ بھی مرقوم ہے کہ" پہلا آدم جیتی جان ہُوا اور دوسرا آدم (مسیح) زندگی بخشنے والی رُوح"۔ بیضاوی کی تفسیر مسیح کے الفاظ سے کیسی مطابقت رکھتی ہے کیونکہ بیضاوی اور مسیح کے الفاظ میں فرق صرف یہ ہے کہ مسیح فرماتا ہے "مَیں آیا ہوں کہ وہ زندگی پاویں اور اُسے کثرت سے حاصل کریں"۔ یہ معلوم کرکے کہ زمانۂ حال کے بعض مسلمان مسیح کی آسمانی اصل کو مانتے ہیں ہمیں بہت خوشی ہے۔ چنانچہ ایک بنگالی اسلامی اخبار مسمیٰ بہ" پرچارک" پوس ۱۳۰۳ھ میں مرقوم ہے" عیسیٰ محض زمینی شخص نہ تھا۔ وہ جسمانی شہوت سے پیدا نہیں ہُوا۔ وہ آسمانی رُوح ہے۔۔۔۔۔ عیسیٰ آسمان کے بلند تخت سے آیا اور خدا کے احکام دُنیا میں لاکر اُس نے نجات کی راہ دکھائی"۔

خدا کی" رُوح" ضرور خود خدا کی طرح ازلی ہے۔ اور جب ہم قرآن میں پڑھتے ہیں کہ یہ رُوح "مریم میں پھونکی گئی" (سورۂ انبیاء ۹۱ ویں آیت) اور بیضاوی کے بیان کے موافق "خدا سے نکلی" تو ضرور یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ یہ بزرگ ہستی الوہیت سے خالی نہیں اور مریم میں داخل ہونے سے پیشتر موجود تھی۔ قرآن میں عیسیٰ خدا

کا "ازلی کلمہ" ہے اور یہ سب باتیں باہم پوری مطابقت رکھتی ہیں۔ کسی محض انسان نبی کے حق میں ایسے الفاظ اور ایسے بڑے بڑے القاب استعمال نہیں کئے جا سکتے۔ ان سے نہایت صاف طور سے بائبل شریف کی اس کی پوری تعلیم کی طرف اشارہ ملتا ہے جس میں عیسےٰ خود اس جلال کا ذکر کرتا ہے جو وہ ابتدائے عالم سے پیشتر باپ کے ساتھ رکھتا تھا۔ چنانچہ عیسےٰ نے دعا کی اور فرمایا "اے باپ تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا جلالی بنا دے" (یوحنا ۱۷: ۵) لیکن عیسےٰ مسیح کے ازلی وجود پر فقط انجیل ہی گواہ نہیں ہے بلکہ صحف انبیا سے بھی یہی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ میکاہ نبی آنے والے مسیح کا ذکر کرتے وقت یوں کہتا ہے "اے بیت اللحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں چھوٹی ہے تو بھی وہ شخص جو میرے لئے بنی اسرائیل پر سلطنت کریگا اور جس کا نکلنا ایام ازل سے ہے تجھ سے نکلیگا" (میکاہ ۵: ۲) پس صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی ازلیت پر کتب مقدسۂ یہود بھی شاہد ہیں اگرچہ یہودیوں نے بحیثیت قوم محض ضد اور ہٹ دھرمی سے عیسیٰ کو ایک نبی نہیں مانا ۔

"روح اللہ" سے جو مسیح کی الوہیت کا نتیجہ نکلتا ہے اس سے انکار کرنے کی غرض سے بعض مسلمان مصنفین بہت ہی عجیب اور ہیچ پوچ دلائل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً ایک حال کا بنگالی مسلمان لکھتا ہے "مسیح اس لئے "روح اللہ" کہلاتا ہے کہ وہ خدا سے پیدا کیا گیا!" اس قسم کے دلائل کی کسی ذی ہوش کے سامنے کچھ حقیقت نہیں ہے۔ کیا ہم سب کو خدا نے پیدا نہیں کیا؟ ہم میں سے کون اپنے آپ کو "روح اللہ" کہنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ اگر "روح اللہ" کا مفہوم خدا کی مخلوق "روح" ہو تو انسانی روح انسان کی مخلوق ٹھہریگی جو کہ لغو محض ہے

جب مسلمان صرف عیسیٰ ہی کو "روح اللہ" کے لقب سے ملقب کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کچھ خاص مطلب ہے اور وہ خاص معنوں میں "روح اللہ" ہے اور اس سے انجیل شریف کی پوری تعلیم تک صرف ایک قدم باقی ہے یعنی یہ کہ وہ خدا کا ازلی بیٹا ہے۔

پھر یہ کہا جاتا ہے کہ اگر "روح اللہ" عیسےٰ مسیح کی الوہیت پر دلالت کرتا ہے تو قرآن کی تعلیم کے موافق آدم اور دیگر انبیا کو صاحبِ الوہیت ماننا پڑیگا کیونکہ قرآن میں مرقوم ہے کہ خدا نے فرشتوں سے آدم کے حق میں فرمایا کہ جب میں اس کو پورے طور سے بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے گر کر اسے سجدہ کرو"۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ قرآن کی اس آیت سے کس طرح آدم کی الوہیت کا اقرار ہم پر لازم ٹھہرتا ہے کیونکہ آدم کو اس جگہ "روح اللہ" نہیں کہا گیا بلکہ محض انسان جس میں خدا نے اپنی روح پھونکی جو کہ معاملہ ہی دیگر ہے۔ قرآن میں عیسیٰ کی نسبت کہیں بھی ایسا نہیں لکھا۔ اس قسم کی زبان عیسےٰ کی ماں مریم کے حق میں بیشک استعمال کی گئی ہے چنانچہ سورۂ انبیا کی ۹۱ ویں آیت میں مرقوم ہے" اور یاد کر اس خاتون کو جس نے دوشیزگی کو محفوظ رکھا اور جس میں ہم نے اپنی روح میں سے پھونک دیا"۔ اگر اس آیت کی بنا پر مسیحی لوگ مریم کی الوہیت کے قائل ہوتے تو مسلمان کہہ سکتے تھے کہ آدم کے لئے بھی ایسی ہی زبان استعمال کی گئی ہے لہذا مسیحیوں پر فرض ہے کہ آدم کو صاحبِ الوہیت تسلیم کریں لیکن نہ تو مسیحی لوگ مریم کو صاحبِ الوہیت مانتے ہیں اور نہ ہی قرآن میں صرف یہ لکھا ہے کہ خدا نے مسیح میں اپنی روح پھونکی بلکہ بخلاف اس کے مسلمان خود مسیح کو ہی "روح اللہ" کہتے ہیں۔ اسی طرح سے بائبل شریف میں بھی لکھا ہے کہ خدا نے بعض آدمیوں

کو اپنی رُوح عنایت کی لیکن اس سے اُن کو الوہیت نہیں مل گئی اور نہ وہ "رُوح اللہ" بن گئے۔ اگر ہم کہیں کہ زید نے ایک فقیر کو پانچ روپے دیئے تو کیا کوئی استدلال کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ "وہ فقیر پانچ روپے ہے"؟

پس ہم پھر کہتے ہیں کہ لقب "رُوح اللہ" جو مسلمان مسیح کے حق میں استعمال کرتے ہیں اُس کو تمام دیگر انبیا سے بزرگ و برتر ٹھہراتا ہے اور اُس کی الوہیت پر بھی جس کی تعلیم انجیل شریف میں بالکل صاف ہے دلالت کرتا ہے۔

چھٹا باب

مسیح اکیلا شفاعت کنندہ

ہم دیکھ چکے ہیں کہ مسیح کے حق میں اسلام کیسی بڑی شہادت دیتا ہے لیکن انجیل شریف کی پُوری تعلیم کے بغیر ہم اس کو ٹھیک طور سے سمجھ نہیں سکتے کیونکہ انجیل ہی میں خدا کے ازلی بیٹے کا جلال کامل طور سے ظاہر کیا گیا ہے۔ قرآن عیسےٰ کو ایک اور بڑے لقب سے ملقب کرتا ہے یعنی "ہر دو جہان میں معزز" کہتا ہے۔ چنانچہ سورہ عمران کی چھیالیسویں آیت میں مرقوم ہے۔ "یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسٰی ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ (اے مریم یقیناً خدا تجھے خوشخبری دیتا ہے کلمہ کی جو اس سے ہے اور جس کا نام مسیح عیسےٰ ابن مریم ہے وہ دُنیا و آخرت میں وجیہ ہے) ایسے بڑے بڑے القاب قرآن میں کسی اَور نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ان سے ایک ایسی خاص نسبت اور تعلق ظاہر ہوتا ہے جو خدا کو کسی دوسرے سے نہیں ہے۔ بڑے بڑے مشہور اسلامی مفسرین قرآن نے اس حقیقت کو

پہچانتا ہے۔ وہ مذکورہ بالا آیت سے معلوم کرتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح گنہگاروں کی شفاعت کریگا۔ چنانچہ بیضاوی اِس آیت کی تفسیر میں کہتا ہے "الوجاھۃ فی الدنیا النبوۃ و فی الآخرۃ الشفاعۃ" (دُنیا میں نبوت اور آخرت میں شفاعت وجاہت ہے) ایک اور مفسّر زمخشری الکشاف میں لکھتا ہے "اِس دُنیا میں نبوت اور تمام لوگوں پر تقدم اور آخرت میں شفاعت وبہشت میں اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کا نام "وجاہت" ہے۔ دیگر انبیاء پر مسیح کی فضیلت کی تعلیم بھی بائبل شریف میں دی گئی ہے۔ چنانچہ عبرانیوں کے تیسرے باب کی تیسری آیت میں مرقوم ہے "بلکہ وہ (مسیح) موسیٰ سے اِس قدر زیادہ عزت کے لائق سمجھا گیا جس قدر گھر کا بنانے والا گھر سے زیادہ عزت دار ہوتا ہے ...... اور موسیٰ تو اُس کے سارے گھر میں خادم کی طرح دیانتدار رہا تاکہ آئندہ بیان ہونے والی باتوں کی گواہی دے لیکن مسیح بیٹے کی طرح اُس کے گھر کا مختار ہے"۔ بیضاوی اور زمخشری لکھتے ہیں کہ قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ آخرت میں مسیح گنہگاروں کا شفیع ہوگا۔ کیا کوئی مسلمان تمام قرآن میں ایک آیت بھی بتا سکتا ہے جس میں صاف بات مرقوم ہو کہ قیامت کے روز محمد صاحب یا کوئی اور نبی شفاعت کنندہ کے رُتبہ پر ممتاز ہوگا؟ بیشک بعض مسلمان کہتے ہیں کہ محمد صاحب شفاعت کرینگے اور سورۂ بنی اسرائیل کی ۸۰ ویں آیت کو اس کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ اُس میں یُوں مرقوم ہے "شاید تیرا خداوند تجھے ایک اعلےٰ رُتبہ پر سرفراز کریگا"۔ اِس آیت کی عبارت ایسی ہے کہ کچھ صاف مطلب نہیں نکل سکتا اور بہت سے معتبر مسلمان لکھتے ہیں کہ اِس میں شفاعت کی طرف کچھ اشارہ بھی نہیں ہے حنبلی اس آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ محمد صاحب کو تختِ الٰہی سے قریب مقام کا وعدہ دیا گیا ہے لیکن قرآن خود تمام

شکوک کو رفع کرتا ہے کیونکہ قرآن میں صاف لکھا ہے کہ محمد صاحب گنہگاروں کی شفاعت نہیں کر سکتے۔ سورۂ توبہ کی ۸۱ ویں آیت میں مرقوم ہے کہ "استغفرلہم اولاتستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مرۃ فلن یغفراللہ لہم" (تو ان کے لئے مغفرت مانگ یا نہ مانگ۔ اگر تو (اے محمد) اُن کے لئے ستر بار مغفرت مانگے تو بھی اللہ اُن کو ہرگز معاف نہیں کریگا) پھر قرآن میں یہہ بھی لکھا ہے کہ جب بعض عربوں نے لڑائی کے لئے محمد صاحب کے ساتھ جانے سے انکار کیا اور بعد اُس کے پاس آکر کہا کہ ہمارے لئے "مغفرت مانگ" تو اُس نے قرآن کے موافق یوں جواب دیا کہ" فمن یملك لکم من اللہ شیٔاً۔ ان ارادبکم ضراً وارادبکم نفعاً (یعنی کون تمہارے لئے خدا سے کچھ حاصل کرسکتا ہے ؟ خواہ وہ تم کو دُکھ میں ڈالے یا نفع پہنچانے پر رضامند ہو (سورہ فتح ۱۱ ویں آیت) مندرجہ بالا آیتوں میں سے پہلی میں ریاکاروں کا ذکر ہے اور دوسری میں مسلمان مخاطب ہیں۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ محمدؐ صاحب نہ مومنوں کے شفیع ہوسکتے ہیں نہ کافروں کے۔ بہت سے مسلمان اس بات کو مانتے ہیں۔ مثلاً فرقہ خارجیہ کے مسلمان محمد صاحب کی شفاعت سے صاف انکاری ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ محمد صاحب بڑے بڑے گناہوں والوں کی شفاعت نہیں کرسکینگے (دیکھو ہدایت المسلمین ۲۰۹ وغیرہ) پس یہہ بات اظہرمن الشمس ہے کہ مسلمان محمد صاحب سے ہرگز شفاعت کی اُمید نہیں رکھ سکتے۔ بخلاف اِس کے قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ عیسٰے شفاعت کریگا اور یہ تعلیم انجیل شریف میں نشریحاً مندرج ہے اور صاف لکھا ہے کہ عیسٰے گنہگاروں کا بڑا شفاعت کنندہ ہے ؛

پھر قرآن سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت کی ضرورت اب ہے۔

قیامت کے روز تو "گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں" کی سی مثال ہوگی۔ چنانچہ سورۂ مریم کی ۹۰ ویں آیت میں مرقوم ہے " لایملکون الشفاعۃ الامن اتخذ عندالرحمٰن عھداً (کوئی شفاعت نہیں کر سکیگا سوائے اُس کے جس نے خدا سے عہد لے لیا)۔

علاوہ بریں سورۂ نسا کی ۱۷ویں آیت میں مرقوم ہے کہ" ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو بُرے کام کرتے جاتے ہیں یہانتک کہ جب کسی ایسے کی موت آجاتی ہے تو کہتا ہے اب میں نے توبہ کی اور نہ اُن کی جو کفر میں مرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے"۔

سورۂ زمر میں لکھا ہے" جس پر عذاب کا فتوے لگ چکا اور جو آگ میں پڑگیا۔ کیا تو (اے محمد) اُس کو چھڑالیگا"؟

قرآن کی یہ تعلیم ایسی ہے کہ ہر ایک ذی فہم اور باہوش آدمی اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بالکل صاف بات ہے کہ اگر کوئی شخص مرنے تک یعنے اپنی ساری عمر گناہ ہی کرتا ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ خدا سے عہد نہ کرے تو قیامت کے روز کوئی شفاعت اُس کو گناہ کی واجبی سزا سے بچا نہ سکیگی۔ پس انسان اس امر کا محتاج ہے کہ اسی زندگی میں اُس کا کوئی زندہ شفاعت کنندہ ہو جس کی مدد اور قدرت سے طاقت وفضل حاصل کرکے ابھی سے راستبازی اور نیکوکاری کی راہوں میں چلنے لگے پس ہم پُوچھتے ہیں کہ وہ زندہ شفاعت کنندہ کون ہے جس سے مدد پاکر ہم گناہ سے محفوظ رہیں اور خدا کی مرضی کے موافق زندگی بسر کریں؟ محمد صاحب تو اپنی قبر میں پڑے ہیں اور روزِ قیامت تک وہیں پڑے رہینگے حتیٰ کہ نرسنگا پھونکا جاویگا اور مردے اُٹھائے جائینگے۔ لہٰذا اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ اُس وقت شفاعت کر سکینگے تو کیا حاصل

کیونکہ شفاعت کا تو موقعہ ہی نہیں رہیگا۔ قرآن اور انجیل کی شہادت عیسیٰ کے حق میں کیسی مختلف ہے" وہ عالمِ آخرت میں معزز ہے"۔ قرآن اُس کے حق میں یُوں کہتا ہے " بل رفعہ اللہ الیہ" (خدا نے اُسے اپنے پاس اُوپر اُٹھا لیا)۔ تمام مسلمان یہ مانتے ہیں کہ مسیح آسمان پر زندہ ہے۔ اس آیت سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ مسیح محمد سے بہت ہی بڑھکر اور بزرگ و برتر ہے کیونکہ آسمان پر زندہ ہے۔

بڑے بڑے مفسرین قرآن نے اِس حقیقت پر شہادت دی کہ مسیح آسمان پر زندہ اور اپنے لوگوں کی شفاعت کرتا ہے۔ چنانچہ سورۂ یٰسٓ میں حبیب نجار کی حکایت پائی جاتی ہے۔ بیضاوی اُس کے بارہ میں لکھتا ہے کہ "پطرس نے ایک سات دن کے مُردہ لڑکے کو زندہ کیا۔ جب اُس سے پُوچھا گیا کہ تُو نے آسمان پر کیا دیکھا" تو لڑکے نے جواب دیا کہ "مَیں نے عیسےٰ مسیح کو آسمان پر اپنے تین شاگردوں کے لئے (یعنی پطرس اور اُس کے ساتھی جو قید میں تھے) سفارش کرتے دیکھا ہے"۔

اِس اہم مضمون پر انجیل شریف کی تعلیم بہت ہی صاف ہے اور اِس امر میں ذرا بھی شک نہیں چھوڑتی کہ عیسےٰ آسمان پر زندہ ہے اور اُن سب کی جو اُس پر بھروسہ رکھتے ہیں سفارش کرتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے" عیسےٰ جو خدا کی دہنی طرف ہے اور ہماری شفاعت بھی کرتا ہے" (رُومیوں ۸: ۳۴) اور کہ" وہ (عیسےٰ) اُن کی شفاعت کے لئے ہمیشہ جیتا رہیگا" (عبرانیوں ۷: ۲۵) "مسیح آسمان ہی میں داخل ہُوا تاکہ اب خدا کے رُوبرو ہماری خاطر حاضر ہو" (عبرانیوں ۹: ۲۴)۔ پس اِس سے ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ گنہگاروں کی اُمید کا لنگر صرف مسیح ہی ہے یعنی وہی زندہ شفاعت کنندہ ہے جو ہم کو ہماری اِس بیکسی اور

لاچاری کی حالت میں مدد دے سکتا ہے۔ اے عزیز برادران اہل اسلام آپ کیوں ایک مُردہ شخص پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں اور کیوں بیفائدہ یہ خیال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ شفاعت کریگا ہ اُس سے پیشتر آپ کا انجام مقرر ہوچکیگا اور اُس وقت کوئی شفاعت کچھ کام نہ آئیگی۔ نہیں تو شفاعت کی اب ضرورت ہے اور جب بائبل و قرآن دونوں سے صرف مسیح عیسےٰ ہی شفاعت کرنے والا ثابت ہوتا ہے تو کیا یہ دانائی کی بات نہیں ہوگی کہ ہم بھی اُسی پر بھروسہ کریں؟

شفاعت کے متعلق ایک اور قابلِ ذکر بات یہ باقی ہے کہ شفاعت کنندہ بیگناہ ہونا چاہئے کیونکہ کوئی گنہگار کسی دوسرے گنہگار کی شفاعت نہیں کر سکتا۔ ہم یہ ثابت کرینگے کہ ازروئے بائبل اور قرآن عیسےٰ مسیح کامل طور سے بیگناہ تھا لہذا وہ شفاعت کرسکتا ہے۔ چنانچہ انجیل شریف میں مرقوم ہے "اگر کوئی گناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک وکیل موجود ہے یعنی عیسیٰ مسیح راستباز" (۱ یوحنا ۲: ۱) اِس آیت میں وہ دو بڑی باتیں جن پر سچی شفاعت کا دارومدار ہونا چاہئے نہایت صاف طور سے دکھائی گئی ہیں یعنی (۱) مسیح ہمارا زندہ وکیل ہے اور (۲) وہ بالکل بیگناہ ہے۔ بخلاف اِس کے ازروئے قرآن و احادیث محمد صاحب اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اب ہم صاف دیکھتے ہیں کہ عیسےٰ کا "دنیا و آخرت میں صاحبِ عزت" ہونا کیسا اظہر من الشمس ہے۔ کیا یہ بات بالکل صاف نہیں کہ عیسےٰ اِس لحاظ سے بھی تمام دیگر انبیا سے بزرگ و برتر نظر آتا ہے ہ کیونکہ وہ زندہ اور بیگناہ شفاعت کنندہ ہے اور جو اُس پر بھروسہ کرتے ہیں اب اُن کے لئے آسمان پر بیٹھا شفاعت کرتا ہے ہ

ساتواں باب

اسلام کا بیگناہ نبی

جیسا ہم پہلے بھی اشارۃً ذکر کر آئے ہیں عیسےٰ مسیح کو اسلام نے النبی معصوم کی حیثیت میں نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ داؤد اور تمام دیگر انبیا سے بزرگ و برتر پیش کیا ہے۔ اسلام نے ابن مریم کو جو جو معزز القاب دیئے ہیں اُن کا خلاصہ اُس کی شان کے بیان میں اُس کے "معصوم نبی" ہونے میں ملتا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے کہ جبرائیل فرشتہ نے آکر مریم سے یوں کہا "انما انا رسول ربك لاهب لك غلماً ذكياً" (مَیں تیرے خدا کی طرف سے تجھے ایک پاکیزہ بیٹا دینے آیا ہوں) دیکھو سورۂ مریم ۲۰ ویں آیت۔ پھر سورۂ عمران کی ۳۴ ویں آیت میں مرقوم ہے۔ "واني سميتها مريم واني اعيذها وذريتها من الشيطٰن الرجيم" (مَیں نے اُس کا نام مریم رکھا ہے اور مَیں اُس کو اور اُس کی اولاد کو خدا کے سپرد کرتی ہوں کہ وہ شیطان رجیم سے محفوظ رہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ان مقتبسات کے مطابق عیسےٰ مسیح کتب اسلام میں ہر جگہ بالکل بیگناہ بتایا گیا ہے۔ قرآن و احادیث میں کہیں بھی اُس کا کوئی گناہ مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ بخلاف اِس کے بائبل اور قرآن دونوں میں دیگر انبیا کے گناہوں پر بکثرت اشارات پائے جاتے ہیں اور قرآن میں خود محمد صاحب کو بار بار اپنے گناہوں کی مغفرت مانگنے کا حکم ملتا ہے۔

چنانچہ ذیل میں ہم مثال کے طور پر قرآن سے چند آئتیں نقل کرتے ہیں سورۂ اعراف کی ۲۳ ویں اور ۲۴ ویں آیات میں آدم کے گناہ اور اُس کے معافی

مانگنے کا ذکر یوں مندرج ہے" فد لٰہما بغرور..... قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین" پس شیطان نے فریب دے کر اُن کو گرا دیا..... اور اُنہوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر۔ اگر تو ہم کو معاف نہ کرے اور ہم پر رحم فرماوے تو البتہ ہم خاسرین میں سے ہو جاوینگے) اسی طرح سے سورہ انبیا میں ابراہیم کا گناہ مذکور ہے۔ لکھا ہے کہ ابراہیم نے بُت پرستوں کے بہت سے بُت توڑ ڈالے لیکن سب سے بڑے کو ثابت رہنے دیا۔ بعد میں جب بت پرستوں نے ابراہیم کو اس فعل کا مرتکب قرار دیا تو اُس نے صاف انکار کیا اور کہا کہ سب سے بڑے بُت نے چھوٹوں کو توڑ ڈالا۔ دیگر مقامات میں اُس کی مغفرت کی دعائیں درج ہیں۔ موسیٰ بھی قرآن میں گنہگار کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ قصص میں مرقوم ہے کہ ایک مصری کو مار ڈالنے کے بعد موسیٰ نے یوں دُعا کی" رب انّی ظلمت نفسی فاغفرلی فاغفرلہٗ" (اے میرے رب تحقیق میں نے اپنی جان پر ظلم کیا مجھے معاف کرے پس اُس نے اُسے معاف کر دیا)۔ داؤد نے گناہ کیا اور اپنے گناہ کی معافی چاہی۔ چنانچہ سورہ ص کی ۲۳ ویں اور ۲۴ ویں آیات میں مرقوم ہے "وظنّ داؤد انما فتنٰہ فاستغفر ربہ وخرّ راکعًا واناب فغفرنا لہٗ"۔ (اور داؤد نے معلوم کیا کہ ہم نے اُس کو آزمایا۔ اور اُس نے اپنے رب سے مغفرت مانگی اور گر کر سجدہ کیا اور توبہ کی۔ پس ہم نے اُس کو معاف کر دیا)۔

محمد صاحب کو بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے قرآن میں بار بار حکم آیا ہے چنانچہ سورہ محمد کی ۲۱ ویں آیت میں یوں مرقوم ہے" واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنٰت" (اے محمد اپنے گناہوں کے لئے

مغفرت مانگ اور مومن مرد و زن کے لئے بھی دُعائے مغفرت کر) پھر سورۂ فتح کی پہلی اور دوسری آیات میں یوں لکھا ہے " لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبك وما تأخر " (تاکہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے)۔ پھر سورۂ احزاب کی ۳۷ ویں آیت میں محمد صاحب کے ایک خاص گناہ کا ذکر پایا جاتا ہے چنانچہ مرقوم ہے " وتخفي في نفسك ما الله مبديه وتخشى الناس والله احق ان تخشاه " (اور اے محمد تو اپنے دل میں چھپاتا تھا وہ بات جس کو خدا ظاہر کرنا چاہتا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا حالانکہ تجھے خدا سے زیادہ ڈرنا چاہئے تھا)۔

ہم دکھا چکے ہیں کہ از روئے قرآن آدم۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ داؤد اور محمد سب کے سب گنہگار تھے اور مزید تحقیقات سے معلوم ہوگا کہ اُنہوں نے منصب رسالت پر مامور ہونے کے بعد گناہ کئے لیکن یہ ایک حیرت افزا حقیقت ہے کہ بائبل یا قرآن میں کہیں بھی عیسیٰ "کلمۃ اللہ" کا کوئی گناہ مذکور نہیں۔ اس لحاظ سے بھی تمام انبیاء پر عیسیٰ کی فضیلت صاف نظر آتی ہے۔ احادیث کی شہادت بھی ایسی ہی ہے کیونکہ اگرچہ اُن میں بار بار مذکور ہے کہ محمد اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا تھا تو بھی بے گناہ عیسیٰ کے حق میں کہیں ایسے الفاظ نہیں پائے جاتے بلکہ بخلاف اس کے مشکوٰۃ اور دیگر کتب احادیث میں جو حدیثیں اُس کی پیدائش کے متعلق ہیں اُن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدائش ہی سے معصوم اور بیگناہ رکھا گیا۔ مسیح کی بے عیب پیدائش کے بارہ میں مسلم کی ایک حدیث میں یوں لکھا ہے کہ " سوائے مریم اور اُس کے بیٹے کے ہر ایک ابن آدم کو پیدائش کے وقت شیطان چھو لیتا ہے " امام غزالی سے ایک حدیث یوں مروی ہے کہ " جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

تولد ہوا تو شیطان کے تمام کار گذاروں نے آکر شیطان سے کہا کہ صبح کے وقت تمام بُت سرنگوں تھے۔ شیطان اس کا سبب بالکل نہ سمجھ سکا جب تک کہ اُس نے دُنیا میں پھر کر یہ معلوم نہ کر لیا کہ ابھی عیسےٰ پیدا ہوا ہے اور فرشتگان اُس کے گرد اُس کی پیدائش پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ پس اُس نے واپس آکر اپنے شیاطین کو بتایا کہ کل ایک نبی پیدا ہوا تھا۔ اس سے پیشتر ہر ایک انسان پر مَیں حاضر ہوتا تھا لیکن اس کی پیدائش کے موقعہ پر مَیں حاضر نہ تھا۔"

مسیح کی بیگناہی پر قرآن اور احادیث کی شہادت انجیل شریف سے بالکل مطابقت رکھتی ہے۔ کیونکہ انجیل اس سے بھی صاف الفاظ میں مسیح کو معصوم اور بیگناہ بیان کرتی ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے "اُس میں گناہ نہ تھا" (۱ یوحنا ۳:۵) "اُس نے بالکل کوئی گناہ نہ کیا" (۱ پطرس)۔ مسیح نے خود اپنے چلن کی پاکیزگی پر زور دے کر اپنے دشمنوں سے کہا کہ "تم میں سے کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے"؟ (یوحنا ۸: ۴۶)۔

اس مضمون کی مزید تحقیقات کی اشد ضرورت پر ہم بہت کچھ کہہ چکے ہیں اور ناظرین سے التماس ہے کہ آپ ایک ایسے نتیجہ پر پہنچنے کی حتی المقدور پوری کوشش کریں جس سے اس زندگی میں آپ کو دلی اطمینان اور آئندہ زندگی کے بارہ میں کامل اُمید حاصل ہو۔ اگر آپ مسلمان ہیں تو ضرور آپ شفاعت کنندہ کی ضرورت کو سمجھتے ہیں اور غالباً آپ خیال کرتے ہیں کہ محمد صاحب آپ کی شفاعت کرکے آپ کو گناہوں کی سزا سے بچا لینگے لیکن عزیزمن کیا گنہگار دوسرے گنہگار کی شفاعت کرسکتا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس اس حالت میں کیا اُس پر بھروسہ کرنا عقلمندی نہیں ہے جس کو بائبل اور قرآن و احادیث کامل طور سے بیگناہ قرار دیتے ہیں؟ پھر ہم یہ بھی معلوم کرچکے ہیں کہ شفاعت کی ابھی ضرورت

ہے۔ عیسیٰ چونکہ آسمان پر زندہ ہے اس لئے وہ شفاعت کرسکتا ہے اور چونکہ وہ بیگناہ ہے اس لئے وہ شفاعت کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

آٹھواں باب

مسیح معجزنگار

ختم کرنے سے پہلے ایک امر اور توجہ طلب معلوم ہوتا ہے۔ یہ امر وہ اعلیٰ رُتبہ ہے جو قرآن نے بلحاظ معجزات عیسیٰ کو دیا ہے۔ قرآن کے کئی مقامات پر عیسیٰ کے معجزات مذکور ہیں۔ چنانچہ سورۂ مائدہ کی ۱۰۹ ویں اور ۱۱۰ ویں آیات میں مرقوم ہے "اذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلاً واذ علمتک الکتب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبری الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی" (جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اُوپر اور اپنی ماں پر جب مدد دی میں نے رُوح پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور اُدھیڑ عمر میں اور سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پختہ باتیں اور توراۃ اور انجیل اور جب تو مٹی سے جانور کی صورت بناتا تھا میرے حکم سے اور پھر اُس میں دم پھونکتا تھا پس وہ میرے حکم سے جانور ہوجاتا تھا۔ اور مادر زاد اندھے کو چنگا کرتا تھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے (شفا دیتا تھا) اور جب مُردے کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا)۔

۱؎ قبر سے نکال کھڑا کرتا تھا۔

قرآن کی مندرجہ بالا آیات میں عیسیٰ مسیح کے معجزات کا بیان از بس حیرت افزا ہے۔ کیونکہ ان میں نہ صرف یہی لکھا ہے کہ وہ طرح طرح کی بیماریوں کو دور کرتا اور مُردوں کو زندہ کرتا تھا بلکہ یہ بھی صاف لکھا ہے کہ اُس نے ایک پرندہ خلق کیا! بائبل اور قرآن میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ کسی اور نبی نے خلق کرنے کے کام میں حصہ لیا۔ اگرچہ دونوں کتابوں میں بہت سے نبیوں کے طرح طرح کے معجزات بیان کئے گئے ہیں۔ عیسےٰ کے اس معجزہ کے بیان میں قرآن لفظ "خلق" استعمال کرتا ہے جو کہ خدا کے دُنیا کو پیدا کرنے کے بیان میں استعمال کیا گیا ہے۔ کہ قرآن کے ہر ایک صاحبِ فہم پڑھنے والے کو یہ پڑھ کر حیرت ہونی چاہئے کیونکہ اس بیان سے تمام انبیاء پر عیسیٰ کی لا انتہا فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

شاید کوئی یہ کہے کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیات میں صرف یہ لکھا ہے کہ عیسےٰ نے خدا کے حکم سے ایک پرندہ خلق کیا پس خلق کرنے کی طاقت مسیح کی اپنی طاقت نہ تھی۔ بالفرض اگر ہم اس بات کو یونہی مان بھی لیں تو تو بھی یہ بات بالکل سچ ہے کہ کسی اور نبی کے حق میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے عیسیٰ کی بزرگی و برتری اور سب انبیاء پر فضیلت بدستور قائم رہتی ہے۔ علاوہ بریں ایک طرح سے قرآن کی یہ شہادت انجیل سے مطابقت رکھتی ہے۔ انجیل میں مرقوم ہے کہ عیسےٰ سب کچھ خدا کی مرضی کے موافق کرتا ہے۔ چنانچہ عیسےٰ نے خود کہا "میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا بلکہ جس طرح باپ نے مجھے سکھایا اسی طرح یہ باتیں کہتا ہوں" (یوحنا ۸: ۲۸) ساتھ ہی انجیل ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ عیسےٰ اپنے آپ میں معجزات کی طاقت رکھتا تھا لہٰذا وہ تمام دیگر انبیاء سے نرالا اور اعلیٰ و بالا ہے۔ وہ فرماتا ہے "میں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اُسے پھر لے لوں۔ کوئی اُسے مجھ

چھینتا نہیں بلکہ مَیں اُسے آپ دیتا ہوں۔ مجھے اُس کے دینے کا بھی اختیار ہے
اور اُس کے پھر لینے کا بھی اختیار ہے" (یوحنا ۱۰: ۱۷-۱۸)۔

انجیل شریف میں عیسیٰ کے اور بھی بہت سے معجزے مندرج ہیں مثلاً
بیماروں کو چنگا کرنا۔ پانی پر چلنا اور مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ اور اُن سے اُن
کے عمل میں لانے کا مقصد بھی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ عیسیٰ خود فرماتا ہے کہ اُس کے
معجزات کا ایک خاص مقصد یہ تھا کہ وہ اُس کے منجانب اللہ ہونے پر مُہر ہوں۔
ایک موقعہ پر وہ اپنے معجزات کی طرف اشارہ کرکے لوگوں سے کہتا ہے کہ" جو کام باپ
نے مجھے پُورے کرنے کو دیئے یعنے یہی کام جو مَیں کرتا ہوں وہ میرے گواہ ہیں"
(یُوحنا ۵: ۳۶)۔ محمد صاحب نے بھی اسی بھاری حقیقت کی تعلیم دی۔ چنانچہ
مُسلم کی ایک حدیث میں جس کا راوی ابوہریرہ ہے لکھا ہے کہ محمد صاحب نے کہا
"ما من الانبیاء الا اعطی من الآیات ما مثله امن علیه" (ہر ایک نبی کو
معجزے دیئے گئے ہیں تاکہ لوگ اُس پر ایمان لاویں) اسلامی فقہ کی کتابوں میں
بھی یہی سچائی سکھائی جاتی ہے۔ چنانچہ امام غزالی صاف کہتا ہے کہ نبی کی رسالت
کا ثبوت یہ ہے کہ وہ معجزے دکھا سکتا ہو" یعرف صدق النبی بالمعجزۃ"
عقل اس بات پر شہادت دیتی ہے کہ نئے نبی کے لئے جو نیا الہام یا نئی شریعت
لیکر آتا ہے ایسے شواہد کی ضرورت ہے اور اگر عیسےٰ مسیح ایسے نشان اور ثبوت نہ
دکھاتا تو لوگ طبعاً اُس کی رسالت پر شک لاتے۔ اسی طرح سے جب موسیٰ کو
توریت ملی تو اُس نے بھی بہت سے معجزے دکھائے تاکہ اُس کی رسالت پر بیّن
دلیل ہوں۔ ان میں سے بعض قرآن میں مندرج ہیں۔ بیشک بعض نبیوں نے
کوئی معجزہ نہیں دکھایا مثلاً یوحنا بپتسمہ دینے والا لیکن اس کا سبب صاف یہ
ہے کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا موسےٰ اور مسیح کی طرح کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔

وہ صرف مسیح کا پیشرو اور راہ درست کرنے والا تھا۔ چنانچہ جب یہودیوں نے یوحنا سے پوچھا "تو کون ہے" تو اس کا جواب انجیل میں یوں مرقوم ہے" میں تو مسیح نہیں ہوں ۔۔۔۔ میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو ۔۔۔۔۔ تمہارے درمیان ایک ایسا شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنے میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ بھی میں کھولنے کے لائق نہیں ہوں ۔۔ دیکھو خدا کا برہ جو جہان کا گناہ اٹھا لیجاتا ہے" (یوحنا ۱: ۲۰ - ۳۰) ۔ یوحنا کوئی نئی شریعت نہیں لایا تھا لہذا اس کو معجزات کی شہادت کی ضرورت نہ تھی لیکن مسیح نے آکر انجیل سنائی اور بہت سے حیرت خیز معجزے دکھائے تاکہ لوگ اس پر ایمان لاویں " انہی کاموں کی خاطر"۔

اِس امر پر سوچنے سے ایک اور قابلِ غور بات پیش آتی ہے کہ اگر محمد صاحب خدا کی طرف سے نئی شریعت اور نئے الہام کے ساتھ آئے اور جس سے بعض مسلمانوں کے خیال کے مطابق سابقہ الہام اور شریعت کی تنسیخ ہوگئی تو از حد ضروری تھا کہ معجزے دکھاتے تاکہ اُن کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ملتا ۔ بیشک احادیث میں تو بہت سے معجزے مندرج ہیں لیکن یہ حدیثیں محمد صاحب کی موت سے بہت عرصہ بعد کی لکھی ہوئی ہیں اور باہم متضاد اور غیر معتبر ہیں ۔ محمد صاحب نے یُوں کہا تھا کہ جب کبھی تم میرے حق میں کچھ سنو تو اُس کتاب کو دیکھو جو میں تمہارے ساتھ چھوڑے جاتا ہوں ۔ اگر جو کچھ تم نے میرے کرنے یا کہنے کی نسبت سنا ہے اُس میں مذکور ہو اور اُس کے مطابق ہو تو سچ ورنہ وہ بات جو میرے کرنے یا کہنے کی نسبت بیان کی گئی ہے جھوٹ ہے میں اُس سے بری ہوں ۔ نہ میں نے کبھی اُسے کہا اور نہ کیا"۔ اب مناسب ہے کہ محمد صاحب کے اِس فرمان کے مطابق قرآن کو دیکھیں کہ آیا وہ محمد صاحب کے معجزات پر شہادت دیتا ہے یا نہیں۔

قرآن کی شہادت بالکل صاف ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد صاحب نے ہمیشہ معجزہ دکھلانے سے انکار اور اپنے عجز کا اقرار کیا۔ قرآن میں اس عجز و انکار کے ثبوت میں بہت سی آیات مندرج ہیں لیکن ہم صرف ذیل سے اس امر کی تشریح کرینگے۔ اس سے نہ صرف یہی بات پورے طور سے ثابت ہوگی کہ معجزات کے لحاظ سے محمد صاحب مسیح سے از حد کمتر ہیں بلکہ اُن کا مرسل من اللہ ہونے اور نیا الہام و آخری شریعت لانے کا دعویٰ بھی از بس مشکوک ٹھہریگا۔

قرآن سے تھوڑی سی واقفیت یہ بتادیگی کہ عربوں نے بار بار محمد صاحب سے اُن کی نبوت کے ثبوت میں معجزہ طلب کیا لیکن آپ کا جواب ہمیشہ یہی تھا کہ میں محض ایک واعظ ہوں اور تمہاری خواہش کے موافق معجزہ دکھانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ چنانچہ سورۂ رعد کی آٹھویں آیت میں مرقوم ہے " ویقول الذین کفروا لولا انزل علیه اٰیة من ربه انما انت منذر" (کافر کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے کوئی نشان اُس کے پاس کیوں نہیں بھیجا گیا ؟ تُو تو محض ایک واعظ ہے۔ پھر سورۂ عنکبوت کی ۴۹ ویں آیت میں یُوں لکھا ہے" وقالوا لولا انزل علیه اٰیٰت من ربه۔ قل انما الاٰیٰت عند اللّٰه وانما انا نذیر مبین" (اُنھوں نے کہا اُس کے رب کی طرف سے کوئی نشان اُس کے پاس کیوں نہیں بھیجا گیا ؟ تو کہہ نشان صرف اللہ کے پاس ہیں اور میں محض ایک صاف گو واعظ ہوں) پھر سورۂ بنی اسرائیل میں اَور بھی صاف صاف بتلایا گیا ہے کہ محمد صاحب نے معجزات کیوں نہ دکھائے۔ چنانچہ ۶۱ ویں آیت میں مرقوم ہے" وما منعنا ان نرسل بالاٰیٰت الا ان کذب بها الاولون" (کسی چیز نے ہم کو اس سے نہیں روکا کہ تجھکو نشانوں کے ساتھ بھیجے سوائے اُس کے کہ پہلی قوموں نے ان کو جھٹلایا) ؛

ان آیات سے بالکل اظہر من الشمس ہے کہ محمد صاحب نے معجزہ دکھانے سے صاف انکار کیا اور اپنے عجز کا اقرار کیا۔ آپ نے ہمیشہ یہ فرمایا کہ قرآن ہی ایک کافی معجزہ ہے۔ چنانچہ سورۂ عنکبوت کی ۵۰ ویں آیت میں مرقوم ہے۔ "اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتٰب" (کیا ان کو یہ کفایت نہیں کرتا کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی ہے؟) قرآن کے بڑے بڑے مفسرین مثلاً امام رازی اور بیضاوی وغیرہ صاف مانتے ہیں کہ قرآن سے محمد صاحب کے معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں بیضاوی یوں لکھتا ہے "مطلب یہ ہے کہ قریش کی درخواست کے موافق ہم نے اس لئے تجھکو معجزات کے ساتھ نہیں بھیجا کہ پہلی اقوام یعنی عاد و ثمود نے اُن کو جھٹلایا۔ ویسے ہی اہل مکہ بھی جھٹلائینگے اور ہماری سنت کے مطابق برباد کئے جائینگے پس جب ہم نے دیکھا کہ اُن میں بعض ایمان والے یا ایمان کا بیج رکھنے والے ہیں تو ہم نے اُن کو ہلاک کرنا نہ چاہا"۔ کیا بیضاوی محمد صاحب کے بغیر معجزات آنے کا صاف طور سے از روئے قرآن یہ سبب نہیں بتاتا کہ خدا جانتا تھا کہ اگر معجزات بھیجے بھی تو اہل مکہ اُن کو جھٹلائینگے اور نتیجۃً ہلاک ہونگے لہذا اُس نے رحم فرما کر محمد کو معجزات سے خالی بھیجا ہے حسین بھی اپنی مشہور تفسیر میں یہی بات لکھتا ہے کہ "خدا کہتا ہے پہلے زمانے کے لوگوں نے معجزات طلب کئے اور میں نے اپنے نبیوں کے وسیلہ سے بہت سے معجزے دکھائے۔ مثلاً قوم ثمود کے لئے پتھر سے اونٹنی نکالی اور دیگر اقوام کے لئے بھی طرح طرح کے معجزے کئے گئے لیکن انہوں نے اُن کو جھٹلایا اور نتیجۃً ہلاک ہوگئے۔ اب اگر ان لوگوں کو بھی جیسا کہ طلب کرتے ہیں معجزے دکھاؤں تو ہرگز مطمئن نہ ہونگے اور ایمان نہیں

ما۔ اگر محمد صاحب معجزات کے ساتھ آتے تو اہل مکہ بھی عاد و ثمود کی طرح معجزات کو جھٹلاتے اور ہلاک کئے جاتے۔

لائینگے اور سزا کے طور پر ان کو بھی ہلاک کرونگا لیکن میں نے یہ ارادہ کر رکھا ہے
کہ ان کو ہلاک نہیں کرونگا کیونکہ ان کی اولاد سے بہت سے نیک اور راستباز
لوگ پیدا ہونگے"۔ امام رازی کہتا ہے کہ خدا نے اپنے انبیا کو ایسے معجزات کے
ساتھ بھیجا جو وقت اور حالت کے لحاظ سے اُن لوگوں کے لئے مناسب تھے جن
کے پاس نبی بھیجے گئے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کے ایام میں جادوگری کا بہت زور تھا
لہذا اُس کو اُسی قسم کے مناسب حال معجزے دئے گئے۔ حضرت عیسیٰ کے
وقت میں سائنس اور ادویات میں لوگ بہت ترقی کر رہے تھے لہذا حضرت عیسیٰ
بیماروں کو شفا بخشنے اور مُردوں کو زندہ کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ اسی طرح
چونکہ محمد صاحب کے ایام میں انشا پردازی کا بڑا زور تھا اُن کو فصاحت
قرآن بطور معجزہ عطا کی گئی۔ امام صاحب کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے
کہ وہ بھی نہایت صفائی سے مانتا ہے کہ محمد صاحب نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا
قرآن ہی کافی معجزہ تھا۔

اس موقعہ پر ایک نئے مفسر کے خیالات کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں
ہوگا۔ ہندوستان کے مسلمان اکثر اُن کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور سلطان روم
سے وہ کئی خطاب بھی حاصل کر چکے ہیں۔ یہ حال کے مفسر لورپول تولیم صاحب ہیں
اب ہم دیکھیں کہ مسٹر تولیم محمد صاحب کی معجزہ دکھانے کی قدرت پر کیا کہتے
ہیں۔ ہم لورپول ہی کے الفاظ کو دیکھینگے۔ وہ اپنی کتاب "فیتھ آو اسلام" کے
بیالیسویں صفحہ پر لکھتے ہیں" محمد صاحب کے دُشمنوں نے اس کے جواب میں اُن
کی نبوت کے ثبوت میں معجزہ طلب کیا لیکن اُنہوں نے معجزہ دکھانے سے
انکار کیا اور کہا کہ میں سچائی پھیلانے کے لئے آیا ہوں نہ کہ معجزے دکھانے کے
لئے .... اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ محمد صاحب .... نے اپنے

منجانب اللہ یا اپنی تعلیم کو منوانے اور انبیا اللہ میں سے ہونے کے ثبوت میں
کبھی کوئی معجزہ دکھایا بلکہ بخلاف اس کے عقل و فصاحت پر کامل بھروسہ کیا"۔
پس جب قرآن کی تعلیم اور اس پر بڑے بڑے مسلمان مفسرین کی شہادت
سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ محمد صاحب نے کوئی معجزہ نہیں کیا تو ہر ایک
ذی ہوش اور ذی فہم آدمی معجزات مندرجۂ احادیث کو رد کریگا کیونکہ وہ محض
مصنوعی حکایات اور خلاف واقعہ ٹھہرتے ہیں۔ اس صورت میں صرف قرآن
باقی رہتا ہے۔

کئی طرح سے یہ امر روشن ہے کہ قرآن معجزہ متصور نہیں ہو سکتا۔ جب
قرآن ہمارے پاس موجود ہے تو اس کے معجزہ نہ ہونے کو دلایل سے ثابت کرنے
کی کیا ضرورت ہے؟ قرآن میں لکھا ہے کہ عربوں نے بار بار محمد صاحب سے
معجزہ طلب کیا۔ کیا اسی سے یہ بات صاف ثابت نہیں ہوتی کہ ان کی نظر
میں قرآن معجزہ نہ تھا؟ فی الحقیقت قرآن کی عبارت اور عرب کے شعرا اور
دیگر مصنفین کی تصانیف میں بہت ہی کم فرق تھا۔ مثلاً امرؤ القیس متنبی او
حریری وغیرہ کی تصانیف ایسی ہیں۔ بہت سے مسلمان خیال کرتے ہیں کہ
طرز بیان اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے قرآن کے ہمپایہ تصانیف ہو سکتی ہیں اور
قرآن کی فصاحت بمنزلہ معجزہ نہیں مانی جا سکتی۔ چنانچہ فرقۂ معتزلہ کے
مسلمان کہتے ہیں "ان الناس قادرون علی مثل ھذا القرآن فصاحۃ
ونظماً وبلاغۃ" (فصاحت و بلاغت اور نظم کے لحاظ سے قرآن کی ہمپایہ
کتاب تصنیف کرنے پر انسان قادر ہے) پھر شہرستانی اپنی کتاب دربارہ
مجددین لکھتا ہے "ابطال اعجاز القرآن من جهة الفصاحة و
البلاغة" (وہ فصاحت و بلاغت کی بنا پر قرآن کو معجزہ قرار دینے

کے خیال کو باطل سمجھتا تھا) +

کتاب المواقف میں مرقوم ہے کہ محمد صاحب کے بعض اصحاب کو قرآن کی بعض آیات کے حصۂ قرآن ہونے پر شک تھا۔ مثلاً ابن مسعود کہتا تھا کہ سورۂ فاتحہ قرآن میں نہیں ہے۔ لیکن اگر قرآن کی فصاحت و بلاغت اس درجہ کی ہوتی کہ اُس کا مقابلہ نہ ہو سکتا اور معجزہ قرار دی جا سکتی تو اس کے بارہ میں اس طرح کے مختلف خیالات نہ پائے جاتے۔ قرآن کے بعض حصوں کے بارہ میں اس قسم کے مختلف خیالات کا پایا جانا ہی اس حقیقت کا کافی ثبوت ہے کہ محمد صاحب کے زمانہ میں قرآن کی ہمپایہ تصانیف عربی زبان میں موجود تھیں

قرآن کو جمع کرنے کے وقت جن مشکلات کا سامنا ہوا اُن سے بھی نہایت صاف طور سے مذکورہ بالا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ کتاب المواقف میں لکھا ہے کہ جب قرآن کی آیات جمع کی جا رہی تھیں اگر جمع کرنے والوں کے پاس کوئی ایسی آیت لاتا جس سے وہ واقف نہ تھے تو بڑی تحقیقات کے بعد (کہ کب اور کیسے موقعہ پر نازل ہوئی) قرآن میں داخل کی جاتی تھی۔ پس اس سے بھی ہر ایک صاحب ہوش بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر آیاتِ قرآن کی فصاحت و بلاغت معجزہ ہوتی تو اس قسم کی سب تحقیقات بالکل فضول اور بیفائدہ تھی قرآن کی ہر ایک آیت اپنی فصاحت و بلاغت کی خوبی سے فوراً پہچانی جاتی +

بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ عربی زبان میں قرآن فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے لاثانی کتاب ہے تو اس سے بھی قرآن معجزہ نہیں ٹھہرتا۔ یہ محض خیالی پلاؤ ہے اور بس۔ کیونکہ نازک خیالی اور فصاحت کا بسا اوقات معمولی ناکسا اور عاجز لوگوں میں بھی جلوہ دیکھا گیا ہے۔ معجزہ اور ہی شے ہے۔ معجزہ ہماری محدود عقل اور ہمارے محدود حواس کے لئے معمولی قانونِ قدرت سے اعلیٰ و بالا ہے

لیکن کوئی کتاب خواہ وہ کیسی ہی فصاحت و بلاغت سے پُر ہو معجزہ نہیں مانی جا سکتی۔ ہندوستان میں کالیداس اپنے طرز کا لاثانی مصنّف ہے۔ کیا ہمارے مسلمان بھائی کالیداس کافر کی تصانیف کو الہامی مانینگے ؟

یہ واقعی بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس نے آخر النبیین ہونے کا دعویٰ کیا اور جس کی شریعت نے تمام پہلے شرائع کو منسوخ کردیا وہ کوئی معجزہ نہ دکھا سکا بلکہ اُس نے اپنے عجز کا صاف اقرار کیا۔ اس سے نہایت صفائی اور صراحت کے ساتھ اس کتاب کا یہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ خود قرآن کی شہادت سے عیسیٰ مسیح تمام دیگر انبیا سے بزرگ و برتر ہے۔ منصف مزاج پڑھنے والے کو چاہئے کہ نہایت دانائی اور سرگرمی سے ان حقیقتوں کا باہم موازنہ کرے اور اپنے آپ کو اُس کے سپرد و تابع کرے جس کا نام سب ناموں سے بلند ہے۔

عیسیٰ مسیح ابن مریم کی فضیلت اور بزرگی و برتری کے ثبوت میں اور بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن اب ہم صرف ایک ہی اقتباس پر قناعت کرتے ہیں۔

محمد صاحب کی احادیث میں جو مسلمانوں ہی نے جمع کی ہیں عیسیٰ مسیح کے حق میں یوں مرقوم ہے کہ " لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حکماً مقسطاً " (بیشک ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام راستکار منصف کی حیثیت میں تمہارے درمیان نازل ہوگا)۔ ہم نے بائبل اور قرآن کو شروع سے آخر تک پڑھا ہے اور محمد صاحب کی بہت سی احادیث کو بھی پڑھا ہے لیکن عیسیٰ کے سوا کسی اور کے حق میں ایسے الفاظ کہیں نہیں دیکھے۔ محمد صاحب کے ان الفاظ کی انجیل شریف سے بہت اچھی طرح سے تائید و تصدیق ہوتی ہے چنانچہ لکھا ہے " جب ابن آدم (عیسیٰ) اپنے جلال میں آئیگا اور سب فرشتے اُس کے ساتھ آئینگے تو اُس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا اور سب قومیں اُس کے

سامنے جمع کی جائینگی اور وہ ایک کو دوسرے سے جُدا کریگا جیسا گلہ بان بھیڑوں کو بکریوں سے جُدا کرتا ہے۔ اور بھیڑوں کو اپنے دہنے اور بکریوں کو بائیں کھڑا کریگا (متی ۲۵: ۳۱-۳۳)

جس شخص کو انجیل شریف اور محمد صاحب دونوں تمام بنی آدم کا منصف قرار دیتے ہیں اُس میں پناہ گزیں ہونا ہمارے لئے یقیناً بڑی دانائی کی بات ہوگی۔

اب ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ بائبل کی طرح قرآن بھی عیسیٰ مسیح کو تمام دیگر انبیا سے بزرگ و برتر قرار دیتا ہے اور اُس کو ایسے القاب سے ملقب کرتا ہے جن کا کوئی دوسرا شخص دعویدار نہیں ہے۔ مسیح کے خاندان یعنی بنی اسرائیل سے تمام اقوام کے لئے برکت کا وعدہ ہے مسیح کی ماں ہی ایک ایسی خاتون تھی جس کو خدا نے تمام خاتونانِ جہاں پر ترجیح اور فضیلت دی اور صرف اُس کو اور اُس کے بیٹے کو تمام مخلوقات کے لئے نشان مقرر کیا۔ صرف مسیح کے حق میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ معجزانہ طور سے پیدا ہوا کیونکہ وہ "کلمۃ اللّٰہ" تھا جو کنواری مریم میں مجسم ہوا۔ مسلمان سوائے عیسےٰ کے کسی اور کو "روح اللّٰہ" کے معزز لقب سے ملقب نہیں کرتے اور قرآن کسی دوسرے کو "المسیح" کے لقب سے ممتاز نہیں کرتا۔ صرف عیسیٰ ہی قرآن اور احادیث میں کامل طور پر بیگناہ بیان کیا گیا ہے۔ سوائے اُس کے کسی دوسرے کو قرآن ہر دو جہان میں صاحبِ عزت قرار نہیں دیتا۔ تواریخ اسلام میں عیسےٰ مسیح کے معجزات بےنظیر ہیں اور محمد صاحب نے بھی اُس کے سوائے کسی دوسرے کو "بنی آدم کے منصف" کے لقب سے یاد نہیں کیا۔

قرآن مسیح کی بزرگی اور برتری کی خوب جھلک دکھاتا ہے لیکن اُس کے الٰہی کمال و جلال کو ظاہر نہیں کرتا۔ دروازہ تک لیجاتا ہے لیکن کھول کر داخل نہیں

ہوتا۔ اشتیاق کی آگ تو دل میں مشتعل کرتا ہے لیکن مطلوب تک پہنچا کر دلی
آرام نہیں دیتا۔ اب اے مسلمان پڑھنے والو کیا اس بڑے اہم مسئلہ کو جس
پر آپ کے ابدی نفع و نقصان کا انحصار ہے بے حل کئے ہی چھوڑ دو گے ؟
خدا نہ کرے کہ آپ سے ایسا ہو۔ بلکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ہم توراۃ اور انجیل
کو دیکھیں جن میں مسیح اپنے جلال کے کمال کے ساتھ خدا کے "اکلوتے بیٹے" کی
صورت میں نظر آتا ہے۔ کیا دیندار مسلمان ہر روز یہ دعا نہیں کرتا کہ "اھدنا
الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین" (ہدایت کر ہم کو سیدھی راہ کی۔ ان لوگوں کی راہ جن پر
تو نے انعام کیا نہ اُن کی جن پر تو غضبناک ہوا اور نہ گمراہوں کی ؟ وہ کون ہیں جن
پر خدا نے انعام کیا ؟ کیا زمانہ قدیم کے انبیا مثلاً ابراہیم۔ موسیٰ اور داؤد وغیرہ
نہیں ہیں ؟ یہ بزرگ ایمان کی آنکھ سے مسیح موعود کی آمد کا انتظار کرتے تھے
اور بنی آدم کی اُمید کا دارومدار اُسی میں دیکھتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "یہ سب
ایمان کی حالت میں مرے اور وعدہ کی ہوئی چیزیں نہ پائیں مگر دُور ہی سے انہیں
دیکھکر خوش ہوئے اور اقرار کیا کہ ہم زمین پر پردیسی اور مسافر ہیں" پس ہم کو توریت
و زبور اور دیگر صحف انبیا کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ وہیں ہم کو ایمان کی
راہ ملیگی جس پر یہ بزرگ چلتے تھے اور وہیں ہم اُس کو پائینگے جس کا وہ ذکر کرتے
تھے۔ علاوہ بریں جس مسیح کو قرآن ایسا عالیشان بیان کرتا ہے اُس کا پورا مکاشفہ
انجیل شریف میں ہے۔ پس انجیل کی تلاوت بھی ہم پر فرض ہے کیونکہ اس طرح
سے پیشینگوئیوں کے کامل کنندہ اور راہ حیات کو پالینگے۔ ہم خود مسیح کے سنجیدہ الفاظ
کو کبھی نہ بھولیں۔ وہ انجیل شریف میں فرماتا ہے کہ "راہ اور حق اور زندگی میں ہوں۔
کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا" (یوحنا ۱۴: ۶)۔ تمام شد